



نزول مسیح کا تحقیقی مطالعہ

پروفیسر محمد عقیل

۱۴۳۶	۱۲ ذی الحج	27 September	2015





INSTITUTE OF INTELLECTUAL STUDIES AND RELIGIOUS AFFAIRS (IISRA)(اسرا)

فہرست

تعارف

مختصر تعارف

اس مقالے کے مطالعے کے بعد آپ انشاءاللہ ان سوالوں کے جواب جان لیں گے

- کیا حضرت عیسی علیہ السلام کو دوبارہ دنیا میں بھیجا جائے گا؟
- حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مسیح دجال کی پیشین گوئیوں کا کیا مطلب ہے؟
- نزول مسیح کے حامی علما کے کیا دلائل ہیں؟
- نزول مسیح کے ناقدین کی کیا آرا ہیں؟
- نزول مسیح پر قرآن ، حدیث اور عقل کے لحاظ سے دلائل کی کیا تفصیل ہے؟
- حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول اور دجال مسیح کا وجود کیا تمثیلی ہے یا حقیقی؟
- قیامت کی نشانیوں کا مقصد کیا ہے؟
- قیامت کی نشانیاں کیا حقیقی ہیں یا مجازی؟
- نزول مسیح کے مسئلے پر اختلاف سے محققین کو کیا چیلنجز درپیش ہیں؟
- نزول مسیح کے مسئلے میں اصل آزمائش کیا ہے؟
- کیا نزول مسیح کا انکار کفر ہے؟
- کیا قرآن نزول مسیح کو واشگاف الفاظ میں بیان کرتا ہے یا اشارات دیتا ہے؟
- جن روایات میں نزول مسیح کا بیان آیا ہے ان کی سند اور متن کے لحاظ سے کیا نوعیت ہے؟

تفصیلی تعارف

مسلمانوں میں حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول کے بارے میں عمومی طور پر یہ مانا جاتا رہاہے کہ آپ کو اس دنیا سے زندہ اٹھالیا گیا اورآپ قیامت سے قبل دنیا میں دوبارہ بھیجے جائیں گے ، دجال کا قلع قمع کریں گے اور اسلام کا بول بالا کریں گے۔ نزول مسیح کا ذکر روایات میں متعدد طریقوں سے بیان ہوا ہے۔ معتزلہ نے نزول مسیح کو عقلی بنیادوں پر رد کرنے کی کوشش کی لیکن روایت پسند علماء نے نزول مسیح کی حمایت ہی کی۔

ابتدا میں یہ مسئلہ کوئی اختلافی اور اہم معاملہ نہ تھا کیونکہ اسے عام طور پر قیامت کی دیگر پیشین گوئیوں کی طرح لیا جاتا تھا۔ البتہ اس مسئلے کو اس وقت بہت اہمیت ملی جب مرزا غلام احمد قادیانی نے انیسویں صدی کے آخر میں اپنے پر فریب الہام پر مبنی مذہب کی بنیاد رکھی۔ مرزا قادیانی نے نبوت کے براہ راست دعوے سے قبل خود کو مسیح موعود کہا یعنی وہ مسیح جس کا احادیث میں وعدہ کیا گیا ہے۔ مرزا صاحب کے بقول وہ خود حضرت عیسی علیہ السلام کے مثل ہیں اور یہ وہی مسیح ہیں جس کا کام احادیث کے مطابق مسیح الدجال کا قلع قمع کرنا بتایا گیا ہے۔ اس دعوے کے بعد نزول مسیح کی روایات بہت زیادہ اہمیت اختیار کر گئیں اور اس نظریے پر کئی پہلوؤں سے بحث کی گئیں۔

مرزا صاحب کے اس اعلان کے بعد امت مسلمہ میں علما اور دانشوروں نے اس جھوٹے دعوے کو عقلی اور نقلی بنیادوں پر رد کرنے کا آغاز کیا۔ نزول مسیح کے نظریے پر اختلاف اسی دور میں نمایاں ہوا اور دو قسم کے واضح گروہ پیدا ہوگئے۔ ایک گروہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے مسیح ہونے کے دعوے کو رد کرنے کے لئے نزول مسیح کی روایات پر اپنے شکوک و شبہات اور اشکالات پیش کرنے شروع کیے۔ اس گروہ نے حضرت عیسی علیہ السلام کے زندہ اٹھائے جانے اور ان کے دوبارہ دنیا میں بھیجے جانے کو ماننے سے انکار کیا یا اس پر تشکیک کا اظہار کیا۔ اس گروہ کا مقصد اس انکار کے ذریعے مرزا قادیانی کے مسیح ہونے کے دعوے کا رد کرنا اور مستقبل میں کسی شخص کو مسیح کے دعوے سے روکنے کی کوشش کرنا تھا۔

دوسرا گروہ ان روایتی علماء کا تھا جنھوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے مسیح موعود ہونے کا تو انکار کیا البتہ نزول مسیح کا انکار کرنے والے لوگوں کا بھی انکار کیا۔ اس گروہ نے احادیث اور قرآنی استنباط کے ذریعے نزول مسیح کا انکار کرنے

والوں کے سوالات کا جواب دینے کی کوشش کی اور یہ ثابت کرنے کی کاوش کی کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو اس دنیا سے زندہ اٹھایا گیا ہے اور آپ قیامت سے قبل اسی دنیا میں دوبارہ بھیجے جائیں گے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا مسیح ہونے کا دعوی تو اب ماضی کی داستان بن چکا لیکن نزول مسیح پر بحثوں کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ ان بحثوں کو ایک عام شخص جب دیکھتا ہے تو بالعموم اس پس منظر سے ناواقف ہوتا ہے جس کی جانب ہم نے اشارہ کیا۔ دوسری جانب جب اس مسئلے کو دقت نظر سے دیکھا جاتا ہے تو یہ مسئلہ مسلم اسکالرز کے لئے کئی چیلنجز سامنے پیش کرتا ہے۔ یہ مسئلہ آج بھی ایک فرد اور پوری امت کے لئے علمی اور اخلاقی لحاظ سے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس سے قبل نزول مسیح پر جب بھی کوئی تحقیق پیش کی گئی تو اس کا مقصد اپنے نظریے کے حق یا رد میں دلائل جمع کرنا اور اپنی رائے کو ثابت کرنا تھا۔ چنانچہ جب اس قسم کی تحقیق قاری کے پاس پہنچی تو صرف ایک ہی مکتبہ فکر کے دلائل بیان کرتی رہی۔ اور اگر کسی نے مخالف کا نقطہ نظر بیان بھی کیا تو صرف اس حد تک کہ اس پر تنقید آسانی سے کی جاسکے۔ اس طرح ایک عام شخص کو دوسری فکر کے زاویہ نظر کا علم نہ ہو سکا اور وہ غیر جانبدارانہ تحقیق کا بالعموم حق ادا نہ کر سکا۔ اس تحریر کا بنیادی مقصد نزول مسیح کے معاملے میں ابتدا سے لے کر آج تک ہونے والی پیش رفت کو غیر جانبدارانہ اور سہل انداز میں پیش کرنا ہے تاکہ ایک عام فرد اس مسئلے پر تمام آراء کو دلائل کے ساتھ دیکھ لے اور اس کے بعد کوئی نقطہ نظر قائم کرے۔

اس تحریر کو آسانی کے لئے سوال وجواب کی شکل میں لکھا گیا ہے ۔ یہ طریقہ امت میں سب سے پہلے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب " الرسالہ " میں استعمال کیا تھا۔ اس تحریر کے کئی حصے ہیں ۔ پہلا حصہ نزول مسیح کے مسئلے پر تعارفی سوالات پر مبنی ہے۔ دوسرا حصہ قرآن کی بنیاد پر قائلین و ناقدین کے دلائل کو بیان کرتا ہے۔ تیسرا حصہ احادیث پر دونوں گروہوں کے زاویہ نظر کو دلیل کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ چوتھا حصہ عقلی دلائل کی بنیاد پر مباحث کا احاطہ کرتا ہے، پانچواں حصہ مجازی گروہ کی آراء کو بیان کرتا ہے، چھٹا حصہ اختلاف کی وجوہات بیان کرتا ہے، ساتواں حصہ نزول مسیح پر مطلوبہ اخلاقی رویے کی جانب اشارہ کرتا ہے اور آخری حصہ طالب علمانہ تحقیقی نتائج پر مبنی ہے۔ یوں تو ہم نے اس تحریر کو عام فہم انداز میں لکھنے کی کوشش کی ہے لیکن بعض بحثیں تکنیکی ہونے کی بنا پر مشکل ہی ہیں۔

چنانچہ وہ ساتھی جو عربی کا ذوق نہیں رکھتے ان کے لئے قرآن کی بنیاد پر موجود دلائل یعنی دوسرا حصہ مشکل ہو سکتا ہے۔

ہم نے اس پوری تحریر میں نزول مسیح کے مسئلے پر اپنی رائے بیان کرنے سے گریز کیا ہے تاکہ پڑھنے والوں کو خود ایک موقع دیا جائے کہ وہ غیر جانبدارانہ طور پر اپنی رائے قائم کریں۔ آپ سے گزارش ہے کہ اس تحریر کو پڑھنے سے قبل نزول مسیح پر اپنے سابقہ یقین کو ایک طرف رکھ دیں اور غیر جانبداری سے اس تحریر کا مطالعہ کریں۔ اس غیر جانبدارانہ مطالعے کے بعد جو نتیجہ آپ کو درست لگے اسے مان لیں خواہ وہ آپ کے سابقہ نظریے سے مختلف ہو یا اس کے مطابق۔ کیوں کہ ہم اس بات کو ماننے کے مکلف ہیں جو ہمیں حق لگے، وہ بات نہیں جو ہم نسلی طور پر مانتے آئے ہیں۔

ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ نزول مسیح کے مسئلے پر سب سے اہم بات جو قیامت کے دن پوچھی جاسکتی ہے وہ ہمارے اخلاقی رویے سے متعلق ہے۔ ہمیں جائزہ لینا چاہیے کہ اس نظریے پر تحقیق کے وقت ہم نے ایمانداری اور غیر جانبداری کا مظاہرہ کیا یا تعصب پر قائم رہتے ہوئے سارازور اپنے فرقے اور نظریات کی حمایت میں لگادیا۔ ہمیں اس مطالعے کی ابتدا سے قبل اپنی نیتوں کا جائزہ لینا چاہیے کہ ہمارا مقصد صرف اور صرف حق کی تلاش اور خدا کی رضا کا حصول ہے۔ اللہ ہم سب کو سیدھی راہ دکھائیں۔ آمین

آخر میں ان تمام احباب کا بے حد شکر گذار ہوں جنھوں نے اس تحریر میں بالواسطہ یا بلاواسطہ تعاون کیا۔ خصوصی طور پر حافظ محمد شارق صاحب کا شکر گذار ہوں جنہوں نے اپنے غیر مشروط تعاون کے ذریعے اس تحریر کو بروقت شائع کرنے میں مدد فراہم کی۔ جزاکم اللہ خیرا

پروفیسر محمد عقیل

27 ستمبر 2015 عیسوی

۱۲ ذی الحج۔ ۱۴۳۶ ہجری

کراچی

نزول مسیح - تعارفی سوالات

1. رفع مسیح اور نزول مسیح کا کیا مطلب ہے اور اس سلسلے میں کتنے مکاتب فکر پائے جاتے ہیں؟

رفع مسیح کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اٹھالیا گیا ہے اور آپ اب وہیں آسمان پر زندہ ہیں۔ نزول مسیح کا مطلب ہے کہ جب قیامت قریب آئے گی تو حضرت عیسی علیہ السلام کو دوبارہ اس دنیا میں بھیجا جائے گا۔ اس نظریے کی تشریح کے لیے تین مکاتب فکر موجود ہیں۔

پہلا مکتبہ فکر حضرت عیسی علیہ السلام کو زندہ اٹھائے جانے کا اور ان کے نزول کا قائل ہے۔ انہیں اس تحریر میں ہم نے قائلین کے نام سے موسوم کیا ہے۔ دوسرا گروہ ان لوگوں پر مشتمل ہے جو اس نزول مسیح کا انکار کرتے یا اس پر اپنے شکوک و شبہات پیش کرتے ہیں۔ یہ گروہ حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول کا انکار کرتا یا اس کے بارے میں اپنے اشکالات پیش کرتا ہے۔ اس گروہ کے مطابق حضرت عیسی علیہ السلام کو اسی دنیا میں وفات دی گئی اور آپ کے جسم کو آسمانوں پر اٹھالیا گیا یا آپ کو اس دنیا میں واپس نہیں بھیجا جائے گا۔ انہیں ہم نے ناقدین کے نام سے موسوم کیا ہے۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جو درمیان کی راہ اختیار کرتے ہیں یعنی نزول مسیح کی تمثیلی انداز میں تشریح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہیں ہم نے مجازی گروہ یا مجازیین سے منسوب کیا ہے۔

اس مسئلے پر ایک اور گروہ قادیانیوں کا ہے جو حضرت عیسی علیہ السلام کو زندہ اٹھائے جانے کا قائل نہیں یعنی ان کا کہنا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات ہو گئی اور آپ اسی دنیا میں مدفون ہیں۔ البتہ قادیانی حضرات حضرت عیسیٰ کے نزول کی تمام احادیث کو مانتے اور ان کا مصداق مرزا غلام احمد قادیانی کو قرار دیتے ہیں۔

2. کیا نزول مسیح کا انکار کرنے والے لازماً قادیانیوں کی تائید یا حمایت کر رہے ہوتے ہیں؟ نیز نزول مسیح کا انکار کرنے والے مسلمانوں اور قادیانیوں میں کیا فرق ہے؟

مسلمانوں میں جو لوگ نزول مسیح کو نہیں مانتے یا اس پر اپنے کچھ اشکالات رکھتے ہیں ان میں اور قادیانیوں میں فرق پایا جاتا ہے۔ قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل ہیں اور پھر وہ ان کے نزول کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور آخر میں یہ کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی ہی وہ مسیح ہیں جس کا احادیث میں بیان ہے۔

دوسری جانب وہ مسلم ناقدین جو نزول مسیح پر اپنے اشکالات پیش کرتے ہیں ان کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوگئی ہے لیکن آپ نے دوبارہ اس دنیا میں تشریف نہیں لانا۔ ان ناقدین کا کہنا یہ ہے کہ ایسا کرنے سے مرزا قادیانی یا ان جیسے مزید جھوٹی نبوت کا دعوی کرنے والوں کی راہیں ہموار ہوتی ہیں۔ اس لحاظ سے قادیانی حضرات عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کی حد تک ناقدین کے ساتھ ہیں۔ لیکن نزول میں معاملے وہ کسی حد قائلین یعنی حضرت مسیح کے نزول کے حامیوں کے ساتھ ہیں۔ البتہ قادیانی یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔

3. نزول مسیح کے مسئلے کو ایک نزع کا مسئلہ کیوں بنایا گیا جبکہ قیامت کی اور بھی بے شمار پیشین گوئیاں موجود ہیں؟

جی ہاں، احادیث میں قیامت کی متعدد نشانیاں بیان کی گئی ہیں لیکن ان میں سے کسی پر بھی اتنا زیادہ نہیں لکھا گیا جتنا نزول مسیح پر لکھا گیا ہے۔ ناقدین کے مطابق ابتدا میں نزول مسیح کو دیگر قیامت کی نشانیوں کے طور پر لکھا جاتا تھا اور اسے عقیدے کے طور پر نہیں لیا جاتا تھا۔ لیکن بعد میں یہ صورت حال نہ رہی جس کا بنیادی سبب مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا نبوت کا دعوی کرنا تھا۔ مرزا صاحب نے نبوت کے دعوے سے پہلے یہ کہا کہ میں مسیح موعود ہوں یعنی میں ہی وہ مسیح ہوں جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اس کے لئے پہلے مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کی کوشش کی اور اس کے بعد یہ بتایا کہ احادیث میں جو علامتیں بیان ہوئی ہیں ان کے مطابق وہ ہی اصل مسیح ہیں اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح شریعت کے تابع ہیں اور ان پر وحی آتی ہے۔

مرزا صاحب کے نبوت کے دعوے کے بعد امت میں ایک بھونچال آگیا اور مختلف طریقوں سے اس دعوے کی تردید کی گئی۔ اس تردید کی بنا پر امت میں متعدد نئی بحثوں کی ابتدا ہوئی جن میں سے ایک اہم مسئلہ نزول مسیح تھا۔

نزول مسیح کے معاملے میں امت میں دو گروہ پیدا ہوگئے۔ ایک گروہ نے تو نزول مسیح کا سرے سے انکار کرنا شروع کر دیا۔ انہیں اس بات کا خدشہ تھا کہ اگر نزول مسیح کا انکار نہ کیا گیا تو مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح دیگر لوگ بھی اس کا سہارا لے کر نبوت کا دعوی کرسکتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے پورے زور شور سے نزول مسیح کی مخالفت کی۔ ان میں سر سید احمد خان، غلام احمد پرویز، مولانا ابوالکلام آزاد، عبید اللہ سندھی، علامہ اقبال وغیرہ شامل تھے۔

اس کے برعکس روایتی علما نے اس نظریے کا بھرپور دفاع کیا۔ انہوں نے نہ صرف غلام احمد قادیانی کے اس نظریے کی مخالفت کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں بلکہ نزول مسیح کے منکرین کو آڑے ہاتھوں لیا اور یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی کہ نزول مسیح ایک حقیقت ہے کیونکہ اس پر متواتر احادیث اور قرآن سے اشارات ملتے ہیں۔

4. کیا نزول مسیح پر ایمان لانا بنیادی عقیدہ ہے؟

نزول مسیح کا مسئلہ ابتدا میں تو کوئی نزع کا مسئلہ نہ تھا لیکن غلام احمد قادیانی صاحب کے بعد یہ ایک نزع کا مسئلہ بن گیا۔ چنانچہ جہاں روایتی علما نے مرزا قادیانی کے کفر پر فتوے لگائے وہاں نزول مسیح کے منکرین کو بھی فاسق، فاجر، کافر وغیرہ ٹھہرایا گیا۔ اس میں سر فہرست اہل حدیث علما رہے ہیں جن میں علامہ البانی اور عبداللہ بن باز نے نزول مسیح کے منکر کو کافر ٹہرایا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ نزول مسیح کا معاملہ امت کے اجماع و تواتر اور متواتر احادیث سے ثابت ہے اور ان کا انکار احادیث کا انکار ہے اس لئے یہ کفر ہے۔ احناف نے نسبتاً احتیاط سے کام لیا اور تکفیر سے براہ راست گریز کیا۔ جیسے مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے لکھا کہ وفات مسیح امت میں ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ البتہ وہ احادیث کی بنیاد پر نزول مسیح کو ثابت کرتے ہیں۔

دوسری جانب جامع الازہر کے عالم شیخ محمود شلتوت نے نزول مسیح کا انکار کرنے والے کو کافر نہیں کہا۔ وہ کہتے ہیں:

> قرآن مجید اور سنت مطہرہ میں کوئی ایسی سند نہیں ہے جس سے اس عقیدہ پر دل مطمئن ہو سکے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے جسم سمیت آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور اب تک وہ آسمان پر زندہ ہیں۔ اور یہ کہ وہی آخری زمانہ میں زمین پر آئیں گے۔" (الفتاوی از محمود شلتوت صفحہ 58 مطبوعہ جامع الازہر)

ناقدین کہتے ہیں کہ حدیث کی پہلی کتاب موطا امام مالک میں نزول مسیح کا ذکر سرے سے موجود نہیں۔ اسی طرح مسند امام اعظم ابو حنیفہ میں بھی اس واقعے کا ذکر نہیں ملتا۔ البتہ دوسری جانب ایک کتاب فقہ الاکبر جسے امام ابو حنیفہ کی جانب منسوب کیا جاتا ہے، اس میں نزول مسیح کو اہل سنت کے عقائد کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اس پر ناقدین کہتے ہیں کہ اول تو اس کی نسبت امام ابو حنیفہ سے مشکوک ہے دوسرا یہ کہ اس کتاب میں تو تراویح کو بھی ایک عقیدے کے

طور پر پیش کیا گیا ہے جو کہ ایک عملی چیز ہے اس لئے نزول مسیح کو ایک عقیدہ ثابت کرنا درست نہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ مسند امام اعظم میں نزول مسیح کا ذکر نہیں۔

ناقدین ایک اور دلیل دیتے ہیں کہ روایات کی کتابوں میں کثرت سے نزول مسیح کی احادیث موجود ہیں جن کی تعداد چالیس سے اوپر بنتی ہے اور ان کی سند بھی محدثین کے مطابق صحیح یا حسن کے درجے میں ہے۔ البتہ یہ ساری روایات عقیدے کے طور پر نہیں بلکہ قیامت کی نشانی یا فتنوں کے باب میں نقل ہوئی ہیں۔ امام مسلم نے ایک دو احادیث کتاب الایمان میں نقل کی ہیں لیکن وہ نزول مسیح سے متعلق نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب سے متعلق ہیں۔ لہٰذا تمام کتب حدیث میں نزول مسیح کا معاملہ عقائد یا ایمان کے ابواب میں نہیں بلکہ فتنوں کے یا دیگر ابواب میں نقل ہوا ہے۔

ان تمام باتوں سے ناقدین یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ نزول مسیح ابتدا میں کوئی عقیدہ نہ تھا، اگر ایسا ہوتا قرآن میں واضح طور پر اسے عقیدے کے طور پر پیش کیا گیا ہوتا، امام مالک ضرور اس کو بیان کرتے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سنت کے ذریعے اس عقیدے کو اسی طرح منتقل کرتے جیسے آپ نے توحید، رسالت، آخرت، فرشتوں، کتابوں اور تقدیر پر ایمان کو منتقل کیا۔ ناقدین کے نزدیک نزول مسیح کی روایات زیادہ سے زیادہ قیامت کی نشانی کے طور پر ہیں نہ کہ کسی عقیدے کے طور پر جس کو مانے بغیر نجات ممکن نہیں۔

اس پر قائلین کہتے ہیں کہ جب احادیث متواترہ میں نزول مسیح کا صریح بیان موجود ہے، قرآن میں اس سے اشارات ملتے ہیں، امت کا اس پر اجماع اور تواتر ثابت ہے تو نزول مسیح کو ماننا لازمی ہے۔ اس کے انکار سے احادیث کا انکار ہوتا ہے اور اجماع و تواتر کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

5. نزول مسیح پر تواتر یا اجماع کے حوالے سے دونوں طرف کے کیا دلائل ہیں؟

نزول مسیح پر قائلین اس بات کے قائل ہیں کہ امت کا اس پر اجماع ہے اور یہ بات تواتر سے چلی آرہی ہے۔ وہ اس پر مختلف حوالوں اور روایات سے ثابت کرتے ہیں کہ اجماع موجود ہے۔ یہ تواتر وہ صحابہ کرام سے شروع کرتے ہیں اور موجودہ دور تک لے آتے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی دلیل وہ روایات ہیں جن میں نزول مسیح کا ذکر ہوا ہے۔ چنانچہ کسی راوی یا محدث یا مفسر کے نزول مسیح سے متعلق روایات کا حوالہ دینے یا نقل کرنے پر وہ یہ ثبوت دیتے ہیں کہ فلاں

راوی یا مفسر یا محدث نزول مسیح کو مانتے تھے اور اس پر امت میں اجماع پایا جاتا ہے۔ نزول مسیح کے قائلین علما میں امام بخاری و امام مسلم سمیت تمام ہی محدثین آتے ہیں۔ اس کے علاوہ ابن کثیر، قتادہ، ابن جریر، امام شوکانی، امام البانی وغیرہم کا نام نمایاں ہے۔

دوسری جانب کچھ ناقدین تو اجماع ہی کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اجماع کا مطلب ہے پوری امت کا ایک بات پر متفق ہونا اور ایسا ہونا ممکن نہیں کیونکہ امت کے ایک ایک فرد یا عالم تک رسائی قدیم زمانے میں ممکن نہ تھی اور نہ آج ممکن ہے۔ ناقدین کہتے ہیں کہ چاند دیکھنے کے طریقے پر تو آج کے اس جدید دور میں اجماع ہو نہ سکا، تو اس قدیم دور میں اجماع کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ ناقدین اجماع سکوتی کا بھی انکار کرتے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ امت کے مختلف ادوار میں اس قسم کے لوگ موجود رہے ہیں جنہوں نے حیات مسیح کا انکار کیا ہے۔ اس ضمن میں پہلا اعتراض یہ ہے کہ نبی کریم نے متعدد بار اہل کتاب بالخصوص عیسائیوں کو تبلیغ کی اور ان باتوں کا ذکر کیا جو مسلمانوں اور عیسائیوں میں مشترک ہیں لیکن کبھی نزول مسیح کے اشتراک کا ذکر نہ آپ نے کیا نہ قرآن نے۔ یہاں تک کہ نجران کے عیسائیوں سے معاملہ مباہلہ تک پہنچ گیا لیکن آپ نے ذکر نہیں کیا۔ اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی عیسائیوں سے بات چیت کرتے وقت یہ ذکر نہیں کیا۔ اسی طرح خلفائے راشدین نے اس کا ذکر نہیں کیا یہاں تک کہ حضرت عمر جب فلسطین میں پہنچے تو اس بات کا ذکر ہونا لازمی تھا لیکن ایسا نہیں ہوا۔

ایک اور دلیل یہ دی جاتی ہے کہ امام مالک نے اپنی حدیث کی کتاب موطا میں ذکر نزول مسیح نہیں کیا حالانکہ انہوں نے دجال کا ذکر کیا ہے۔ اس سے اشارہ ملتا ہے کہ نزول مسیح ابتدا میں قابل ذکر، اہم عقیدہ نہ تھا۔ امام رازی اور ابن حزم کو متقدمین میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نزول مسیح کو حتمی معاملہ نہیں سمجھتے تھے۔

ابن حزم نے اپنی کتاب مراتب الاجماع میں یہ بات ذکر کی ہے کہ اس مسئلہ میں علما کا اختلاف ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

"اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ ﷺ کے ساتھ کوئی نبی تھا اور نہ ان کے بعد بھی کوئی نبی آئے گا۔ البتہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کا اختلاف ہے کہ آیا وہ قیامت سے قبل آئیں گے یا نہیں۔ یہ عیسیٰ مریم علیہا السلام

کے بیٹے ہی ہیں جو نبی ﷺ کی بعثت سے قبل بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے۔" (الأندلسی، محمد بن حزم، مراتب الإجماع (بیروت: دار ابن حزم، طبع أول، سن اشاعت 1998) ص268۔)

اس پر قائلین ابن حزم کے حوالے سے دفاع کرتے ہیں کہ ابن حزم کی کتب میں کئی عبارتوں سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ وہ قرب قیامت نزول عیسیٰ علیہ السلام کے قائل تھے۔ نیز قائلین امام رازی کے بارے میں بھی اپنے اشکالات پیش کرتے ہیں کہ مفاتیح الغیب میں "وإن من أهل الكتاب" کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی کے تفسیر سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے قائل تھے۔

ناقدین یہ بھی کہتے ہیں کہ کسی کے روایت نقل کردینے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ نزول مسیح کو ایک اس طرح کے عقیدے کے طور پر لے رہا ہو جیسے آج لوگ لیتے ہیں۔یعنی اگر امام بخاری یا کسی اور محدث نے نزول مسیح کا بیان روایت میں کردیا تو یہ ایک فنی معاملہ ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ نظریہ قیامت کی پیشین گوئی کے طور پر پیش ہوتا تھا جس طرح دیگر پیشین گوئیاں تھیں۔ اس لئے اس نظریے کی رویات ناقلین کو اس عقیدے کو ماننے والا ثابت کرنا درست نہیں۔

6. کیا رفع مسیح سے نزول مسیح ہونا لازمی ہے؟

رفع مسیح کا مطلب ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام علیہ السلام کو زندہ آسمانوں میں اوپر اٹھالینا۔ جبکہ نزول مسیح کا مطلب ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں بھیجا جانا۔ بالعموم قائلین رفع مسیح اور نزول مسیح کو لازم وملزوم سمجھتے ہیں لیکن ناقدین کے نزدیک ایسا نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر اٹھالئے جانے کا مفہوم کچھ ناقدین ان کے درجات کی بلندی لیتے ہیں اور کچھ لوگ ان کے جسم کو اٹھانے کے مفہوم میں لیتے ہیں۔ اگر جسم کو اٹھانے کا مفہوم لیا جائے تو اس میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ دنیا میں وفات دے کر اٹھائے گئے یا زندہ اٹھائے گئے۔ناقدین نزول مسیح کا کہنا ہے کہ آپ کو پہلے وفات دی گئی اور پھر آپ کے بدن کو اٹھالیا گیا۔ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ آپ کو زندہ اوپر اٹھالیا گیا۔ دونوں صورتوں میں یہ لازم نہیں کہ آپ چونکہ زندہ اٹھالئے گئے اس لئے آپ کو دنیا میں لازماً بھیجا جائے گا۔ اس کی دلیل ناقدین حضرت ادریس علیہ السلام کے رفع سے دیتے ہیں:

وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا

اور ہم نے انہیں (ادریس کو) بلند مقام پر اٹھالیا تھا(مریم ۱۹:۵۷)

یہاں "رفع" کا لفظ حضرت ادریس علیہ السلام کے لیے استعمال ہوا ہے لیکن کوئی بھی آپ کے نزول کا قائل نہیں۔ اس سے ناقدین ثابت کرتے ہیں رفع کا مطلب یہ نہیں کہ اس شخصیت نے دوبارہ دنیا میں واپس آنا ہے۔ اس پر قائلین حضرت ادریس علیہ السلام کے رفع اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع میں فرق کرتے ہیں۔ ان کے مطابق یہاں حضرت کا رفع چونکہ احادیث سے بھی ثابت ہے اس لئے اس پر دو آراء ممکن نہیں۔

7. حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے لئے قائلین کے کیا دلائل ہیں؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے نقلی دلائل سب سے پہلے روایات میں پیش کیے جاتے ہیں۔ نزول مسیح کی یہ روایات صحیح بخاری و مسلم سمیت تمام ہی کتب حدیث میں (موطا کو چھوڑ کر) مستند اسناد سے بیان ہوئی ہیں اور ان کی تعداد چالیس سے زائد بنتی ہے۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ عنقریب ابن مریم تمہارے درمیان نازل ہوں گے انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے والے ہوں گے صلیب توڑ ڈالیں گے خنزیر کو قتل کر ڈالیں گے جزیہ منسوخ کر دیں گے اور مال بہتا پھرے گا حتیٰ کہ کوئی اس کا لینے والا نہ ملے گا اس وقت ایک سجدہ دنیا و مافیھا سے بہتر سمجھا جائے گا پھر ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں اگر اس کی تائید میں تم چاہو تو یہ آیت پڑھو کہ اور کوئی اہل کتاب ایسا نہیں ہو گا جو عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے ان پر ایمان نہ لے آئے اور قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان پر گواہ ہوں گے۔(صحیح بخاری:جلد دوم:حدیث نمبر 708)

۲۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم ضرور اتریں گے وہ انصاف کرنے والے حاکم ہوں گے وہ صلیب توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ موقوف کریں گے اور جوان اونٹنیاں چھوڑیں گے مگر ان پر کوئی متوجہ نہیں ہو گا یعنی ان سے بار برداری کے لیے کام نہیں لے گا لوگوں

کے دلوں سے کینہ بغض اور حسد ختم ہو جائے گا اور وہ لوگوں کو مال کی طرف بلائیں گے مگر کوئی بھی مال قبول نہیں کرے گا۔(صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 391)

اس کے علاوہ قرآن سے بھی کئی دلائل قائلین دیتے ہیں جو یہ ہیں:

دلیل نمبر۱:

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا

ترجمہ: اور یہ کہا کہ ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کو قتل کر دیا تھا، حالانکہ نہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا تھا، نہ انہیں سولی دے پائے تھے بلکہ انہیں اشتباہ ہو گیا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے، وہ اس سلسلے میں شک کا شکار ہیں، انہیں گمان کے پیچھے چلنے کے سوا اس بات کا کوئی علم نہیں ہے، اور یہ بات بالکل یقینی ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کر پائے۔ بلکہ اللہ نے انہیں اپنے پاس اٹھالیا تھا، اور اللہ بڑا صاحب اقتدار، بڑا حکمت والا ہے۔ (النسا۴: آیات ۱۵۷،۱۵۸)

قائلین کے مطابق آیت سے دو باتیں بالکل واضح ہیں۔ پہلی بات آیت میں "وما قتلوا۔۔۔۔""وما صلبوا۔۔۔۔" "وما قتلوا" یقینا کے الفاظ سے ان کے قتل / موت کی مطلق نفی کی گئی ہے۔ دوسرا قتل سے بچانے کا انتظام یہ کیا گیا کہ " بل رفعہ اللہ الیہ"، بلکہ اللہ نے اٹھالیا اس کو اپنی طرف"۔ یہاں "بل" کے بعد بصیغہ ماضی" رفعہ " کو لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ عیسائیوں کے قتل و صلیب چڑھانے سے پہلے ہی ان کو اللہ نے 'الیہ' یعنی اپنی طرف اٹھالیا تھا۔

دلیل نمبر۲

۔إِذْ قَالَ اللہ يٰعِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

"اور جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھے پورا پورا لینے والا / وفات دینے والا ہوں اور اپنے طرف اٹھانے والا ہوں اور تجھے ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جنہوں نے کفر کیا اور تیرے پیروؤں کو منکرین پر قیامت تک فوقیت دینے والا ہوں۔" (آل عمران۳:۵۵)

یہاں چونکہ قرآن میں واضح ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھالیا گیا اس لیے انہیں دوبارہ دنیا میں آنا لازمی ہے تاکہ وہ اپنی طبعی وفات پائیں۔

دلیل نمبر ۳

یہی مضمون سورہ النسا میں بیان ہوا ہے۔

وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا

"اور سبھی اہل کتاب اپنی وفات سے قبل ان پر (حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر) ضرور بالضرور ایمان لے آئیں گے۔ اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوں گے" (النساء ۴:۱۵۹)

قائلین کے مطابق یہاں بہ میں "ہ" سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ چونکہ اہل کتاب بالخصوص یہود ابھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے قبل دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے اور اہل کتاب آپ پر ایمان لائیں گے۔ گویا اس آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ "اہل کتاب میں سے ہر کوئی اپنی وفات سے قبل عیسیٰ علیہ السلام پر لازمی طور رپر ایمان لے آئے گا۔" ایسا عیسیٰ علیہ السلام کی رفع سے قبل کی زندگی میں نہیں ہوا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ایسا اس دنیوی زندگی میں ہوگا جو رفع کے بعد آپ کو دی جائے گی۔

اس پر حضرت ابوہریرہؓ کی تفسیر بھی نقل کی جاتی ہے جو اس مفہوم کی تائید کرتی ہے اور جس کا بیان احادیث کی کتابوں میں صحیح سند کے ساتھ موجود ہے۔

دلیل نمبر ۴

إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ إِذْ أَيَّدْتُّكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا

"پھر تصور کرو اس موقع کا جب اللہ فرمائے گا کہ "اے مریم کے بیٹے عیسیٰ (علیہ السلام)! یاد کر میری اس نعمت کو جو میں نے تجھے اور تیری ماں کو عطا کی تھی، میں نے روح پاک سے تیری مدد کی، تو گہوارے میں بھی لوگوں سے بات کرتا تھا اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی۔" (المائدۃ ۵:۱۱۰)

نزول مسیح کے قائلین کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چونکہ اوائل جوانی میں اٹھالیا گیا تھا اور اس کے لئے وہ روایات بھی پیش کرتے ہیں۔ اس لیے ادھیڑ عمر تک ہونے کے لیے انہیں دنیا میں بھیجا جانا ضروری ہے۔ قائلین کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر رفع کے وقت ۳۳ سال تھی۔ اس کی دلیل مختلف روایات سے دی جاتی ہے جس کی سند پر کلام ممکن ہے۔

دلیل نمبر ۵

وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ

"اور وہ (عیسیٰ علیہ السلام علیہ السلام) قیامت کی علامت ہیں۔ لہٰذا اس بارے میں ہرگز شک نہ کیجئے۔ اور میری اتباع کیجئے یہی سیدھا راستہ ہے۔" (الزخرف ۴۳:۶۱)

قائلین کہتے ہیں کہ واضح طور پر لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی علامت ہیں۔ یعنی وہ "انہ" میں " ہ" سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام لیتے ہیں۔ اس پر بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اثر موجود ہے جو اس مفہوم کی تائید کرتا ہے۔

8. حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول میں شک کرنے یا انکار کرنے والوں کے کیا دلائل ہیں؟

وہ لوگ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا انکار کرتے یا کم از کم اس پر کچھ سوالات پیش کرتے ہیں ان کے دلائل یہ ہیں:

دلیل نمبر ۱:

پہلی دلیل جو ناقدین پیش کرتے ہیں وہ ان الفاظ میں ہے:

> مسیح علیہ السلام کی شخصیت قرآن مجید میں کئی پہلوؤں سے زیر بحث آئی ہے۔ اُن کی دعوت اور شخصیت پر قرآن نے جگہ جگہ تبصرہ کیا ہے۔ روز قیامت کی ہلچل بھی قرآن کا خاص موضوع ہے۔ ایک جلیل القدر پیغمبر کے زندہ آسمان سے نازل ہو جانے کا واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ لیکن موقع بیان کے باوجود اِس واقعے کی طرف کوئی ادنیٰ اشارہ بھی قرآن میں کسی جگہ مذکور نہیں ہے۔ علم و عقل اِس خاموشی پر مطمئن ہو سکتے ہیں؟ اِسے باور کرنا آسان نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۲

دوسری دلیل قائلین سورہ مائدہ سے یہ پیش کرتے ہیں:

وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۤ بِحَقٍّ ڲ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۭ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ [116]

اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے "اے عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری والدہ کو الہ بنالو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے" اے اللہ تو پاک ہے، میں ایسی بات کیونکر کہہ سکتا ہوں جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا، اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو تجھے ضرور اس کا علم ہوتا۔ کیونکہ جو کچھ میرے دل میں ہے وہ تو تو جانتا ہے لیکن جو تیرے دل میں ہے وہ میں نہیں جان سکتا۔ تو تو چھپی ہوئی باتوں کو خوب جاننے والا ہے" (المائدہ۵:۱۱٦)

ناقدین کہتے ہیں کہ

سورہ مائدہ میں قرآن نے مسیح علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ایک مکالمہ نقل کیا ہے جو قیامت کے دن ہو گا۔اُس میں اللہ تعالیٰ اُن سے نصاریٰ کی اصل گمراہی کے بارے میں پوچھیں گے کہ کیا تم نے یہ تعلیم اِنھیں دی تھی کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا کے سوا معبود بناؤ۔اِس کے جواب میں وہ دوسری باتوں کے ساتھ یہ بھی کہیں گے کہ میں نے تو اِن سے وہی بات کہی جس کا آپ نے حکم دیا تھا اور جب تک میں اِن کے اندر موجود رہا، اُس وقت تک دیکھتا رہا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ لیکن جب آپ نے مجھے اٹھا لیا تو میں نہیں جانتا کہ اِنھوں نے کیا بنایا اور کیا بگاڑا ہے۔اِس کے بعد تو آپ ہی اِن کے نگران رہے ہیں۔اِس میں دیکھ لیجیے، مسیح علیہ السلام اگر ایک مرتبہ پھر دنیا میں آ چکے ہیں تو یہ آخری جملہ کسی طرح موزوں نہیں ہے۔ "اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو تجھے ضرور اس کا علم ہوتا۔" اِس کے بعد تو اُنھیں کہنا چاہیے کہ میں اِن کی گمراہی کو اچھی طرح جانتا ہوں اور ابھی کچھ دیر پہلے اِنھیں اُس پر متنبہ کر کے آیا ہوں۔اسی لئے فرمایا ہے:

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ وَاَنْتَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ

میں نے تو اِن سے وہی بات کہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی بندگی کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمھارا بھی، اور میں اِن پر گواہ رہا، جب تک میں اِن کے اندر موجود رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو اِن پر تو ہی نگران رہا ہے اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔(المائدہ۵:۱۱۷)

ایک اور بات ناقدین یہ پیش کرتے ہیں کہ اس آیت میں بیان ہوتا ہے:

اور(وہ وقت بھی یاد کرو) جب (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے "اے عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری والدہ کو الٰہ بنالو۔

یہاں حضرت مریم کو بھی الٰہ بنانے کا ذکر ہے۔ جبکہ آج کے دور میں حضرت مریم علیہاالسلام کو عیسائی خدا نہیں مانتے بلکہ ان کی جگہ روح القدس کو خدا مانتے ہیں۔ ناقدین کے مطابق اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں واپس آئے ہوتے اور موجودہ عیسائیت کے عقائد جان لیتے تو سوال یوں ہوتا:

اور(وہ وقت بھی یاد کرو) جب (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے "اے عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور روح القدس کو الٰہ بنالو۔

ناقدین کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ دنیا میں واپس نہیں آئیں گے۔ کیونکہ اگر وہ واپس آتے تو سوال کی نوعیت مختلف ہوتی۔

دلیل نمبر۳

تیسری دلیل ناقدین یہ پیش کرتے ہیں۔

إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۖ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ.(3:55)

میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تجھے وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھا لوں گا اور (تیرے) اِن منکروں سے تجھے پاک کروں گا اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت کے دن تک اِن منکروں پر غالب رکھوں گا۔ پھر تم سب کو بالآخر میرے پاس آنا ہے۔ سو اُس وقت میں تمھارے درمیان اُن چیزوں کا فیصلہ کروں گا جن میں تم اختلاف کرتے رہے ہو۔ (آل عمران۳:۵۵)

اِس آیت میں قرآن نے مسیح علیہ السلام کے بارے میں قیامت تک کا لائحہ عمل بیان فرمایا ہے۔ یہ موقع تھا کہ قیامت تک کے الفاظ کی صراحت کے ساتھ جب اللہ تعالیٰ وہ چیزیں بیان کر رہے تھے جو اُن کے اور اُن کے پیرکاروں کے ساتھ ہونے والی ہیں تو یہ بھی بیان کر دیتے کہ قیامت سے پہلے میں ایک مرتبہ پھر تجھے دنیا میں بھیجنے والا ہوں۔ مگر اللہ نے ایسا نہیں کیا۔ ناقدین کہتے ہیں کہ سیدنا مسیح کو آنا ہے تو یہ خاموشی کیوں ہے؟ اِس کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

دلیل نمبر ۴

ایک اور دلیل یہ دی جاتی ہے کہ سورہ مریم میں ہے:

وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا

اور مجھ پر (اللہ کی جانب سے) سلام ہے جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز مروں گا اور جس روز (قیامت) میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔ (مریم۱۹:۳۳)

ناقدین کہتے ہیں کہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی پیدائش، وفات اور قیامت کے روز پر سلامتی پیش کی ہے۔ یعنی آپ نے اپنی زندگی کے جتنے مراحل تھے وہ سارے بتادیے لیکن نزول کا ذکر نہیں کیا۔ اس سے علم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول نہیں ہونا ورنہ وہ اس دن پر بھی سلامتی بھیجتے۔

دلیل نمبر ۵

ایک اور دلیل یہ ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ [14]

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک رسول ہی ہیں۔ ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ اگر وہ وفات پاجائیں یا شہید ہوجائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ (اسلام چھوڑ دو گے؟) اور اگر کوئی الٹے پاؤں پھر بھی جائے تو اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اور شکر گزاروں کو اللہ تعالیٰ جلد ہی اچھا بدلہ عطا کرے گا۔ (آل عمران۳:۱۴۴)

ناقدین کے مطابق یہاں یہ بیان ہو رہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل رُسل گزر چکے ہیں۔ اس لیے عیسیٰ علیہ السلام بھی وفات پا گئے ہیں۔ کیونکہ یہی مضمون انہی الفاظ سے المائدہ کی ایک اور آیت میں ہے:

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ

مسیح ابن مریم ایک رسول ہی تھے، جن سے پہلے رسول گزر چکے ہیں۔

تو یہاں بھی یہی مضمون تمام رسل کے دنیا سے جانے کے لیے استعمال ہو رہا ہے۔

دلیل نمبر ۶

ایک اور دلیل ناقدین یہ دیتے ہیں:

إذ قال الله یاعیسی إنی متوفیك ورافعك إلی ومطهرك من الذین كفروا وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین كفروا إلی یوم القیامة

جب اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: " عیسیٰ علیہ السلام اب میں تجھے پورا پورا واپس لے لوں گا / وفات دے دوں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھا لوں گا اور ان کافروں سے تجھے پاک کر دوں گا اور جو لوگ تیری پیروی کریں گے انہیں تا قیامت ان کافروں پر غالب رکھوں گا۔۔۔(آل عمران ۳:۵۵)

ناقدین کہتے ہیں کہ یہ وہ منصوبہ الٰہی ہے جو مسیح، ان کے منکرین اور ماننے والوں کے حوالے سے فیصلہ الٰہی کے طور پر اللہ تعالیٰ نے رفع مسیح کے موقع پر انھیں بتایا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ جو سزا یہاں سنائی جا رہی ہے روایات اس سے ایک بالکل الگ بیان دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بتا رہے ہیں کہ آپ کا رفع ہو گا۔ نزول کے بارے میں وہ انھیں کچھ نہیں بتا رہے حالانکہ یہ تالیف قلب کا موقع ہے اس لیے بتانا چاہیے تھا۔ جبکہ قرآن مجید بالکل واضح ہے کہ مسیح کا تو رفع ہو چکا ہے ان کا اس سزا سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ ان کے ماننے والے کے ذریعے ان کے منکرین کو دی جائے گی۔ روایت کے مطابق سزا عذاب استیصال کی نوعیت کی ہے یعنی تمام یہودی یا تو قتل ہو جائیں یا ملت اسلام قبول کر لیں گے اور ان کا وجود ختم ہو جائے گا۔ مگر اللہ کا فیصلہ بالکل واضح ہے کہ قیامت تک منکرین کا وجود باقی رہے گا اور ان پر استیصال کے بجائے مغلوبیت کی سزا مسلط ہو گی۔

نزول مسیح پر قائلین اور ناقدین کے تفصیلی دلائل

نزول مسیح پر قائلین یعنی ماننے والے اور مانعین یعنی نہ ماننے والوں کے دلائل کا جائزہ ذیل میں پیش خدمت ہے۔

9. سورہ النسا کی درج ذیل آیت میں بیان ہوا ہے کہ اہل کتاب اپنی وفات سے قبل ضرور "ان پر" ایمان لے آئیں گے۔ یہاں " ان پر" سے کیا مراد ہے اور اس پر اس پر دونوں گروہوں کے کیا دلائل ہیں؟

آیت یہ ہے:

وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ

"اور سبھی اہل کتاب اپنی وفات سے قبل ان پرضرور بالضرور ایقان و یقین کرلیں گے۔"(النساء ۱۵۹:۴)

اس کی تفصیل تو اوپر موجود ہے کہ قائلین کہتے ہیں کہ چونکہ سبھی اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے قبل ایمان لے آئیں گے تو چونکہ آپ کے رفع تک سب ایمان نہیں لائے تھے اس لیے آپ کا دوبارہ دنیا میں بھیجا جانا ضروری ہے۔

اس پر ناقدین یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں اگر یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں تو یہاں یہ کہا گیا ہے کہ تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے تو اس پر کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ پہلا تو یہ کہ اکثر اہل کتاب تو نزول مسیح تک مر چکے ہوں گے تو وہ کیسے ایمان لائیں گے؟ اس پر قائلین کہتے ہیں کہ ہر اہل کتاب ان کے مرنے سے قبل ایمان لے آتا ہے۔ یہاں تک کہ معتبر علما سے مروی ہے کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ کوئی اہل کتاب اگر اونچائی سے گر کر مر رہا ہو تو وہ کس طرح ایمان لائے گا تو یہ کہتے ہیں کہ وہ مرنے سے چند سیکنڈ پہلے خود بخود ایمان لے آئے گا۔ یعنی قائلین ہر صورت میں اس آیت کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مرنے سے قبل ایمان لے آتے ہیں۔ تو اس پر ناقدین کہتے ہیں کہ اگر وہ نزول عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے ایمان لا سکتا ہے تو نزول مسیح کی کیا ضرورت؟ اس پر قائلین حضرت ابوہریرہ سے مروی حدیث پیش کرتے ہیں:

پھر ابوہریرہ کہتے ہیں اگر اس کی تائید میں تم چاہو تو یہ آیت پڑھو کہ اور کوئی اہل کتاب ایسا نہیں ہو گا جو عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے ان پر ایمان نہ لے آئے اور قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان پر گواہ ہوں گے۔(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 708)

10. اگر یہاں اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد نہیں تو کون ہیں؟

اس پر ناقدین کہتے ہیں کہ یہاں مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن ہے۔یعنی آیت کا ترجمہ ان کے نزدیک یوں ہے:

وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ

"اور سبھی اہل کتاب (مدینہ کے یہود) ان (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات سے قبل اس (قرآن / محمد) پر ضرور بالضرور ایقان و یقین کرلیں گے۔"(النساء ۴:۱۵۹)

اس پر قائلین اعتراض کرتے ہیں:

یہاں بہ کی "ہ" ضمیر سے قرآن مجید یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مراد لینا ایک اصول کے خلاف ہے۔اصول یہ ہے کہ ضمیر اپنے قریبی مرجع کی طرف لوٹتی ہے۔اور دوسرا یہ کہ سیاق وسباق اس کی تائید نہیں کرتا۔ تیسرا یہ کہ اگر یہ معنی مراد لیا جائے تو اس آیت مبارکہ کے نازل ہونے کے بعد کتنے ہی اہل کتاب ہیں جو قرآن مجید پر ایمان لائے بنا مر گئے اور مر رہے ہیں۔اس لیے یہ بات کافی سے زیادہ واضح ہے کہ یہاں سے ضمیر سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں۔اس صورت کہ اس کی تائید کتاب و سنت کی واضح نصوص سے ہورہی ہو۔

اس پر ناقدین کہتے ہیں کہ اس آیت کا سباق آیت ۱۵۵ جس میں قرآن اور وحی کا ذکر ہی ہورہا ہے۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَ كُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا

اس کا ترجمہ یہ ہے:

پھر چونکہ ان لوگوں نے اپنا عہد توڑ دیا اور اللہ کی آیات کا انکار کردیا اور انبیاء کو ناحق قتل کیا اور یوں کہا کہ ہمارے دل غلافوں میں ہیں حالانکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا رکھی تھی لہذا ماسوائے چند آدمیوں کے یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔(النسا۵:۱۵۵)

اس آیت میں یہود کے ایمان کے ذکر کے بعد اگلی آیات یعنی آیت نمبر ۱۵۶، ۱۵۷اور ۱۵۸ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیان ہوتا ہے۔ اس کے بعد آیت ۱۵۹ یعنی زیر بحث آیت میں سلسلہ کلام دوبارہ آیت نمبر ۱۵۵ سے جڑتا ہے اور یہاں دوبارہ انہی یہود کی جانب اشارہ ہے جو یہ کہہ رہے تھے کہ ہمارے دل تو غلافوں میں محفوظ ہیں۔ ناقدین کے نزدیک ترجمہ یوں ہے:

سبھی اہل کتاب (مدینہ کے یہود) ان (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات سے قبل اس (قرآن) پر ضرور بالضرور ایقان و یقین کرلیں گے۔" (النساء ۴:۱۵۹)

نیز ناقدین یہ کہتے ہیں کہ ضمیر کا مرجع کی طرف لوٹنا کوئی شرط نہیں۔ قرآن میں کئی مقامات پر ضمیر موجود ہے لیکن مرجع نہیں ہے بعض اوقات مرجع محذوف ہوتا ہے۔

قائلین یہ اعتراض ناقدین پر بھی کرتے ہیں کہ اگر اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا قرآن مجید ہے تو کیا مدینہ کے تمام یہود اپنی موت سے قبل ایمان لے آئے تھے؟ اس پر ناقدین جواب دیتے ہیں کہ یہاں ایمان سے مراد ایک عمومی اقرار ہے جو مدینہ کے اہل کتاب پہلے ہی رکھتے تھے۔ یعنی وہ جانتے اور مانتے تھے کہ آپ ہی اللہ کے رسول ہیں لیکن ایمان نہیں لاتے تھے۔ اس کے حق میں قرآن کی آیت بھی موجود ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ[20]

وہ لوگ جو کہ ہم نے دی انہیں کتاب وہ پہچانتے ہیں اس رسول کو جیسا کہ وہ پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو، جنہوں نے نقصان میں ڈال رکھا ہے اپنے نفسوں کو تو وہ ایمان نہیں لائیں گے (الانعام ۶:۲۰)

11. اگر یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد نہیں اور قرآن مراد ہے تو حضرت ابوہریرہ والی حدیث کے بارے میں کیا خیال ہے جو یوں بیان کرتی ہے کہ یہ آیت غالباً نزول مسیح کے لیے ہی ہے۔

حدیث یہ ہے:

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قریب ہے کہ آپ لوگوں میں ابن مریم علیہ السلام عادل حکمران کے طور پر تشریف لائیں تو وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو ختم کردیں گے اور مال اتنا عام

ہو جائے گا کہ اسے کوئی قبول نہیں کرے گا۔ اور اس وقت ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہو گا۔ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر آپ پڑھنا چاہیں تو یہ آیت مبارکہ پڑھ لیجئے
(وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ، وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا)"

اس پر ناقدین جواب دیتے ہیں کہ یہاں حضرت ابو ہریرہؓ نے بات واضح نہیں کی یعنی حضرت ابو ہریرہ نے صرف اتنا کہا کہ جس کو یہ آیت پڑھنی ہو تو پڑھ لے۔ ان کی یہ بات بغیر کسی سیاق و سباق کے موجود ہے اور یہ ضروری نہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ آیت نزول مسیح کی دلیل کے طور پر پیش کی ہو۔ اس لیے یہ استدلال درست نہیں۔ اس پر قائلین کہتے ہیں کہ طرز بیان سے استدلال ہی ظاہر ہو رہا ہے۔ اس پر قائلین حدیث کی حجیت پر اعتراض کرتے ہیں کہ خبر واحد ایک ظنی علم کا ذریعہ ہے جس سے یقین حاصل نہیں ہوتا البتہ ایک گمان غالب ہوتا ہے۔

12. اگر سورہ النسا کی اوپر بیان کردہ آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد لئے جائیں تو کیا سورہ آل عمران کی درج ذیل آیت کے خلاف معاملہ نہیں ہو گا؟

إِذْ قَالَ اللهُ يٰعِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

"اور جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھے پورا پورا لینے والا / تجھے وفات دینے والا ہوں اور اپنے طرف اٹھانے والا ہوں اور تجھے ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جنہوں نے کفر کیا اور تیرے پیرؤوں کو منکرین پر قیامت تک فوقیت دینے والا ہوں۔" (آل عمران 3: 55)

ناقدین کے مطابق یہاں پر اللہ نے پیشین گوئی کی ہے کہ قیامت تک دو گروہ رہیں گے ایک حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کو ماننے والے یعنی عیسائی اور دوسرے نہ ماننے والے یعنی یہود۔ لیکن اگر اوپر والی آیت میں یہ مراد لے لیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کے منکرین ایمان لے آئیں گے تو آل عمران کی اس آیت کے خلاف بات جائے گی اور اس طرح صرف ایک گروہ باقی بچے گا اور وہ ہے حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کو ماننے والا گروہ۔ جبکہ آیت کہہ رہی ہے کہ قیامت تک دو گروہ باقی بچیں گے، ایک ماننے والے اور دوسرے مخالفین۔

اس پر قائلین کہتے ہیں کہ عربی میں " الی یوم القیامۃ" کا مطلب قیامت سے کچھ پہلے بھی ہو سکتا ہے۔یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے قبل دو گروہ ایک ہی گروہ بن جائیں اور سب کے سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں۔ لیکن ناقدین کہتے ہیں یہ عربیت کے خلاف بات ہے۔اس کے علاوہ ناقدین یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر سب ہی یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے تو قیامت کے دن تو کوئی یہود موجود نہیں ہونا چاہیے لیکن ایسا نہیں۔ قرآن کی نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ قیامت کے دن یہودی گروہ موجود ہو گا۔ اس پر قائلین کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قرب قیامت کے وقت کا ہے جب سبھی اہل کتاب آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ لیکن ان کی وفات کے بعد معاملات پھر پلٹا کھائیں گے اور مومنین و مسلمین کو اللہ تعالی فوت کر دیں گے اور بد لوگ باقی رہ جائیں گے۔ قائلین کے مطابق اس حدیث کے پیش نظر کہا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں مندرجہ بالا آیات سے جو یہ مترشح ہوتا ہے کہ اہل کتاب قیامت تک باقی رہیں گے اس عقیدہ کے خلاف نہیں ہے۔ لیکن اس پر ناقدین کہتے ہیں کہ آیت میں تو ہے کہ سبھی اہل کتاب قیامت تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے تو پھر تو خواہ وہ نزول مسیح کے بعد پیدا ہوں، انہیں ایمان لانا پڑے گا اور لازماً قیامت میں اس گروہ کو مٹ جانا ہو گا اور یہ نقلا محال ہے۔

13. اس آیت کے بارے میں ناقدین یہ کہتے ہیں کہ ان آیات میں چونکہ نزول مسیح کا ذکر نہیں اس لئے نزول مسیح نہیں ہو گا۔

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِى اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ

اور جب عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم نے کہا۔ اے بنی اسرائیل! میں یقیناً تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں اور اس تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے نازل ہوئی۔ اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہو گا۔ پھر جب وہ رسول واضح دلائل لے کر ان کے پاس آگیا تو کہنے لگے: " یہ تو صریح جادو ہے" (الصف ٦١:٦)

اس آیت میں ناقدین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مکمل طور پر ایک منصوبہ پیش کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی واضح الفاظ میں کی۔ اس لئے اگر آپ نے دوبارہ نازل ہونا تھا تو یہاں ضرور آپ اس بات کا اعلان کرتے اور اپنے نزول کا بھی پیشین گوئی کے طور پر ضرور ذکر کرتے۔ یہاں قائلین اس کا جواب دیتے ہیں کہ جب متواتر احادیث سے یہ بات ثابت ہے اور قرآن سے بھی اس کے اشارات ملتے ہیں تو پھر ضروری نہیں کہ یہاں بیان نہ ہونے سے یہ مان لیا جائے کہ نزول مسیح نہیں ہو گا۔

14. اس آیت میں " متوفیک "سے کیا مراد ہے؟

إِذْ قَالَ اللهُ يٰعِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

"اور جب اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھے پورا پورا لینے والا یا وفات دینے والا ہوں اور اپنے طرف اٹھانے والا ہوں اور تجھے ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جنھوں نے کفر کیا اور تیرے پیروؤں کو منکرین پر قیامت تک فوقیت دینے والا ہوں۔" (آل عمران 3 :55)

متوفیک کے لغوی معنی ہیں میں تجھے وفات دینے والا ہوں یا میں تجھے پورا پورا لینے والا ہوں یا میں تجھے نیند میں سلانے والا ہوں۔ قرآن میں توفی تینوں معنوں میں آیا ہے یعنی وفات دینے، پورا پورا لینے اور نیند دینے کے معنوں میں۔

وفات کے معنوں میں ان جگہوں پر استعمال ہوا ہے:

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

اور وہ لوگ جو فوت ہو جائیں تم میں سے اور چھوڑ جائیں بیویاں (تو) وہ روکے رکھیں اپنے آپ کو (نکاح سے) چار مہینے اور دس (دن) تک پھر جب وہ پوری کر لیں اپنی عدت تو کوئی گناہ نہیں تم پر (اس بارے) میں جو انہوں نے (فیصلہ) کیا اپنے حق میں دستور کے مطابق اور اللہ اس سے جو تم کر رہے ہو خوب خبر دار ہے۔ (البقرۃ 234:2)

ایک اور جگہ پر یہ لفظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کے لیے استعمال ہوا ہے۔

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ وَاَنْتَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ

میں نے نہیں کہا ان سے مگر (وہی) جو (کہ) تونے حکم دیا مجھے اس کا یہ کہ عبادت کرو اللہ کی (جو) میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے اور تھا میں ان پر گواہ (خبر رکھنے والا) جب تک میں رہا ان میں، پھر جب تونے (وفات دے کر) اٹھالیا/ تونے مجھے وفات دے دی (تو) تو ہی تھا نگران ان پر اور تو ہر چیز پر خبردار ہے۔(المائدہ ۵: ۱۱۷)

یہ لفظ وفات یعنی موت دینے کے معنوں میں اس کے علاوہ ان آیات میں استعمال ہوا ہے:

البقرہ 2 :240، النسا15:4، الانعام ۶:۶۱، الاعراف ۷:۳۷، الاعراف ۷:۱۲۶، الانفال ۸:۵۰، یونس ۱۰:۴۶، یونس ۱۰:۱۰۴، یوسف ۱۲:۱۰۱، الرعد ۱۳:۴۰، النحل ۱۶:۲۸، النحل ۱۶:۳۲، النحل ۱۶:۷۰، الغافر ۴۰:۶۷، الغافر ۴۰:۷۷۔

جن آیات میں یہ لفظ "پورے پورے" کے معنوں میں آیا ہے وہ یہ ہے:

يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۱۱۱

جس دن ہر شخص اپنی بابت ہی جھگڑا کرتا ہوا آئے گا اور ہر ایک کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کچھ ظلم نہ ہو گا۔(النحل ۱۶:۱۱۱)

اور

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۼ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَھُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۲۸۱

اور اس دن سے ڈر جاؤ۔ جب تم اللہ کے حضور لوٹائے جاؤ گے۔ پھر وہاں ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور کسی پر کچھ ظلم نہ ہو گا۔(البقرہ ۲:۲۸۱)

اور

فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰھُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۣ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَھُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۲۵

پھر اس وقت ان کا کیا حال ہو گا جب ہم انہیں اس دن جمع کریں گے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ اور جس نے بھی کوئی عمل کیا ہو گا اسے اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (ال عمران ۳:۲۵)

اور

وَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیۡهِمۡ اُجُوۡرَهُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیۡنَ ۝57

" البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کیے انہیں ان کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا" (آل عمران ۳:۵۷)

اور

وَمَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنۡ یَّغُلَّ‌ ؕ وَمَنۡ یَّغۡلُلۡ یَاۡتِ بِمَا غَلَّ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ‌ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰی كُلُّ نَفۡسٍ مَّا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ ۝161

یہ نبی کے شایانِ شان نہیں کہ وہ خیانت کرے۔ اور جو شخص خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن اسی خیانت کردہ چیز سمیت حاضر ہو جائے گا۔ پھر ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کچھ ظلم نہ ہو گا۔ (آل عمران ۳:۱۶۱)

اس کے علاوہ سورہ ھود ۱۱:۱۵، ھود ۱۱:۱۰۹، ھود ۱۱:۱۱۱ وغیرہ میں بھی وفی کا مفہوم پورا پورا لینا آیات ہے۔ تو یہاں متوفیک کا سے مراد قائلین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پورا پورا لینا کہتے ہیں۔ یعنی ان کے نزدیک اس آیت کا ترجمہ یوں ہو گا۔

"اور جب اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے عیسی علیہ السلام میں تجھے پورا پورا لینے والا اور اپنے طرف اٹھانے والا ہوں اور تجھے ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جنھوں نے کفر کیا اور تیرے پیروؤں کو منکرین پر قیامت تک فوقیت دینے والا ہوں۔" (آل عمران 3 :55)

جبکہ ناقدین یوں ترجمہ کرتے ہیں:

"اور جب اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور اپنے طرف اٹھانے والا ہوں اور تجھے ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جنھوں نے کفر کیا اور تیرے پیروؤں کو منکرین پر قیامت تک فوقیت دینے والا ہوں۔" (آل عمران 3 :55)

ناقدین کہتے ہیں کہ وفی کا ترجمہ جہاں پورا پورا ہوا ہے وہاں یا تو اعمال کا پورا پورا بدلہ مراد ہے یا نفس کو بدلہ دینا مراد ہے۔ کہیں بھی توفی کا ترجمہ کسی زندہ ہستی کے لیے پورا پورا لینا قرآن میں مذکور نہیں اور نہ ہی اس آیت میں اس کا کوئی مفہوم بنتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پورا کا پورا لیا جائے۔ ظاہر ہے جب کسی شخص کو لیا جائے گا خواہ زندہ ہو نا نہ ہو تو وہ پورا کا پورا ہی ہو گا۔ نیز ناقدین یہ کہتے ہیں کہ اگر پورا کا پورا لینا بھی یہاں مراد لے لی جائے تو اس کا مطلب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم کو پورا کا پورا لینا ہے یعنی پہلے روح لے لی اور بعد میں جسم اٹھایا۔

توفیک کا مطلب کچھ قائلین نیند بھی لیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نیند دے کر اوپر اٹھالیا گیا۔ یہ نیند ایک عارضی موت ہی ہوتی ہے۔

2. وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ

وہ ہی ہے جو رات کے وقت تمہاری روح قبض کر لیتا ہے۔ (الانعام ۷:۶۰)

اس مقام پر بھی "توفی" موت کے بجائے نیند کے موقع پر استعمال کیا گیا۔ اگر توفی سے مراد صرف موت ہی ہوتی تو یہاں اس کو استعمال نہ کیا جاتا۔

ناقدین کی جانب سے توفی اور وفی پر ایک اور بحث یہ کی جاتی ہے کہ دونوں الگ الگ الفاظ ہیں جن کا مادہ الگ ہے۔ یعنی توفی کا مطلب وفات دینا اور وفی کا مطلب پورا پورا یا جزا دینا ہے۔ تو دونوں الفاظ کو الگ الگ ہی لینا چاہیے۔ ناقدین کہتے ہیں کہ توفیک کا مطلب پورا پورا لینا صرف اسی آیت میں کیوں جائے؟ جب پورے قرآن میں توفیک کا مطلب وفات دینا بالاتفاق لیا جارہا ہے تو یہاں اس کا مطلب اپنی مرضی سے لینا ایک نامناسب طرز عمل ہے۔ قائلین اس کی تائید نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ چونکہ روایات سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو گا تو اس آیت میں توفیک کا مطلب وفات دینا نہیں بلکہ پورا پورا لینا ہو گا۔

15. کیا کسی حدیث میں توفی کے معنی" موت" کے ہیں؟

ناقدین کہتے ہیں کہ "توفی "کا مطلب امام بخاری نے بھی یہی لیا ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ خَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ إِلَى اللَّهِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَالَ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ

وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ ثُمَّ قَالَ أَلَا وَإِنَّ أَوَّلَ الْخَلَائِقِ يُكْسَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيمُ أَلَا وَإِنَّهُ يُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ أُمَّتِي فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُصَيْحَابِي فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ فَيُقَالُ إِنَّ هَؤُلَاءِ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ کی طرف ننگے پیر اور ننگے بدن اور بلاختنہ کئے اٹھائے جاؤ گے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت (كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ الخ۔)21۔الأنبياء: 104) تلاوت فرمائی، یعنی جس حال میں تم کو پیدا کیا ہے، اسی حال میں تم کو قیامت کے دن اٹھائیں گے اس وعدہ کے مطابق جو ہم نے کیا ہے اور ہم اس کام کے کرنے والے ہیں، اس کے بعد فرمایا: سب سے اول حضرت ابراھیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا پھر چند آدمی میری امت کے لائے جائیں گے اور فرشتے ان کو دوزخ کی طرف لے چلیں گے، تو میں عرض کروں گا، کہ اے رب! یہ تو میرے صحابی ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ہاں، مگر تم کو نہیں معلوم کہ انھوں نے تمھارے بعد کیا کیا کام کئے اس وقت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف عرض کروں گا کہ (وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ) 5۔المائدہ: 117) آخر تک، پھر ارشاد باری ہو گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو تمھارے فوت ہوتے ہی دین سے پھر گئے تھے۔(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1807)

لیکن قائلین کہتے ہیں کہ چونکہ آگے آیت میں رافعک یعنی میں تجھے اٹھانے والا ہوں آرہا ہے اس لیے پورا کا پورا لینا ضروری ہے۔ اس پر بعض ناقدین کہتے ہیں رفع کا مطلب کسی کے رتبے کو بلند کرنا ہے نا کہ کسی شخصیت کو اٹھالینا۔
البتہ قائلین میں سے کچھ لوگ متوفیک کا مطلب نیند یا وفات دینا لیتے ہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نیند کی حالت میں آسمان پر رکھا ہوا ہے اسی لئے اس آیت میں یہاں موتوفیک سے مراد " تجھے نیند دے دوں گا" ہے۔ قائلین میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات مان لی جائے تب بھی نزول کے مسئلے پر فرق نہیں پڑتا۔ اللہ اس بات پر قادر ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ زندہ کرکے بھیج دیا جائے۔ اس پر ناقدین کہتے ہیں کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو مان لیا جائے اور پھر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ زندہ کرکے دنیا میں بھیجا جائے گا تو اس سے آواگون کے نظریے کو تقویت ملتی ہے۔

16. سورہ آل عمران کی ذیل کی آیت میں یہ بیان ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل تمام انبیاء گذر چکے ہیں۔اس پر دونوں مکاتب فکر کے کیا مباحث ہیں؟

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَـيْـــًٔا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ 144

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک رسول ہی ہیں۔ ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید ہو جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟(اسلام چھوڑ دو گے؟) اور اگر کوئی الٹے پاؤں پھر بھی جائے تو اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اور شکر گزاروں کو اللہ تعالیٰ جلد ہی اچھا بدلہ عطا کرے گا۔(آل عمران ۳:۱۴۴)

ایسے ہی ایک اور جگہ بیان ہوا ہے:

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۭ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ

مسیح ابن مریم ایک رسول ہی تھے، جن سے پہلے کئی رسول گزر چکے ہیں اور اس کی والدہ راست باز تھی۔ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ دیکھئے ہم ان کے لیے کیسے واضح دلائل پیش کر رہے ہیں پھر یہ بھی دیکھئے کہ یہ لوگ کدھر سے بہکائے جا رہے ہیں؟(المائدہ ۵: ۷۵)

اوپر آل عمران والی آیت میں ناقدین کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل رسول گذر چکے تو اس سے ثابت ہوا کہ تمام رسولوں کا انتقال ہو چکا ہے۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ اگر یہ قتل کر دیے جائیں یا وفات پا جائیں۔یعنی دنیا سے قطع تعلق کے دو طریقے ہیں مارے جانا یا طبعی موت،۔ اگر دنیا سے زندہ اٹھایا جانا بھی کوئی آپشن ہوتا تو قرآن اس کا ذکر ضرور کرتا۔

قائلین یہ کہتے ہیں کہ گزرنے کا مطلب یہ نہیں کہ وفات ہو گئی بلکہ اوپر اٹھانا بھی گزرنے ہی کے معنوں میں لیا جا سکتا ہے۔ نیز عدم ذکر سے عدم شے لازم نہیں۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ یہاں خلت سے مراد موت نہیں بلکہ گذرنا ہے جو زندہ حالت پر بھی لاگو ہوتا ہے۔

17. اس آیت میں صاف لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھالیا گیا تو پھر نزول مسیح پر شک کیوں؟

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِن شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا

" اورانہوں نے خود کہا کہ ہم نے مسیح، عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم، رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے حالانکہ فی الواقع انہوں نے نہ اس کو قتل کیا نہ صلیب پر چڑھایا بلکہ معاملہ ان کے لیے مشتبہ کر دیا گیا اور جن لوگوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے وہ بھی دراصل شک میں مبتلا ہیں، ان کے پاس اس معاملہ میں کوئی علم نہیں ہے، محض گمان ہی کی پیروی ہے انہوں نے مسیح کو یقین کے ساتھ قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا، اللہ زبردست طاقت رکھنے والا اور حکیم ہے۔" (النساء4: 157-158)

اس پر ناقدین یہ کہتے ہیں کہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھانے سے مراد ان کو وفات دے کر ان کے بدن کو اٹھالینا ہے تاکہ یہود بے حرمتی نہ کر سکیں۔ نیز ناقدین یہ بھی کہتے ہیں کہ اوپر اٹھانے کا یہ لفظ تو حضرت ادریس علیہ السلام کے لیے بھی قرآن میں آیا ہے تو پھر ان کے نزول پر یقین کیوں نہیں رکھا جاتا۔ یعنی ناقدین کا کہنا ہے کہ اٹھانے سے نزول لازم نہیں ہوتا۔ ایک اور ناقدین کا گروہ رفع کو شخصیت کے اٹھانے کے معنوں میں نہیں لیتا بلکہ رتبہ کی بلندی کے معنوں میں لیتا ہے۔ اس پر قائلین کہتے ہیں اگر واقعی عیسیٰ علیہ السلام کی لاش آسمانوں پر اٹھائی گئی ہے تو وہ دنیا میں کب آئے گی ؟ حشر کا میدان تو زمین پر لگے گا، اس دن خاتم الانبیاء سمیت سب انسان اپنی انہی قبروں سے اٹھیں گے، کیا عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ کیے جائیں گے اور اللہ اور فرشتوں کیساتھ آسمان سے نازل ہوں گے قرآن میں اسکی تصریح یا اشارہ کہاں ہے؟

18. ایک آیت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ادھیڑ عمر میں لوگوں سے کلام کرتے ہیں۔ اس پر کیا آراء موجود ہیں؟

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ

" لوگوں سے گہوارے میں بھی کلام کرے گا اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی، اور وہ ایک مرد صالح ہو گا۔"(آل عمران3 :38)

إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَىٰ وَالِدَتِكَ إِذْ أَيَّدتُّكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا

"پھر تصور کرو اس موقع کا جب اللہ فرمائے گا کہ "اے مریم کے بیٹے(عیسیٰ علیہ السلام) ! یاد کر میری اس نعمت کو جو میں نے تجھے اور تیری ماں کو عطا کی تھی، میں نے روح پاک سے تیری مدد کی، تو گہوارے میں بھی لوگوں سے بات کرتا تھا اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی۔" (المائدۃ 5 :110)

اس پر قائلین یہ کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جوانی ہی میں اٹھالیا گیا تھا اس لیے انہیں لازماً دنیا میں دوبارہ بھیجا جائے گا تاکہ وہ ادھیڑ عمر میں آکر لوگوں سے کلام کریں۔ جبکہ ناقدین کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات یا رفع پچاس سال کی عمر میں ہوا تھا اس لیے اس آیت پر عمل ہو چکا یعنی انہوں نے کہولت یا ادھیڑ عمر میں لوگوں سے بات کرلی۔ لہٰذا اب دوبارہ نزول کی ضرورت نہیں۔ دونوں طرف سے جو عمر کی ثبوت دیے جاتے ہیں ان میں اختلاف پایا جاتا ہے اور دونوں جانب سے بیان کی جانے والی سند بھی بہت قوی نہیں معلوم ہوتی۔

19. ایک اور آیت کے بارے میں کہا جاتا ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت کی علامت کہا گیا ہے۔ اس پر کیا مختلف آراء پائی جاتی ہیں؟

وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ

"اور وہ(عیسیٰ علیہ السلام) قیامت کی علامت ہیں۔ لہٰذا اس بارے میں ہرگز شک نہ کیجئے۔ اور میری اتباع کیجئے یہی سیدھا راستہ ہے۔" (الزخرف 43:61)

اس پر قائلین کہتے ہیں کہ یہاں واضح طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت کی نشانی کہا گیا ہے اور یہ نشانی قرار دینا اسی وقت ممکن ہے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ نزول قیامت سے قبل ہو۔ اس پر ناقدین یہ کہتے ہیں کہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو نہیں بلکہ ان کے بن باپ پیدا ہونے، ان کے مردہ کو زندہ کرنے والے معجزے اور دیگر معجزات کو قربِ قیامت کی نشانی قرار دیا گیا ہے کیوں کہ یہاں کہیں بھی نزول کا ذکر نہیں۔

20. مندرجہ ذیل آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت میں اللہ کے حضور بیان موجود ہے کہ "میں نہیں جانتا تھا کہ میرے بعد یہ لوگ کیا کرتے رہے" اس پر دونوں گروہوں کا کیا تبصرہ ہے؟

وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ [116]

اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے "اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری والدہ کو الٰہ بنا لو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے": اے اللہ تو پاک ہے، میں ایسی بات کیونکر کہہ سکتا ہوں جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا، اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو تجھے ضرور اس کا علم ہوتا۔ کیونکہ جو کچھ میرے دل میں ہے وہ تو تو جانتا ہے لیکن جو تیرے دل میں ہے وہ میں نہیں جان سکتا۔ تو تو چھپی ہوئی باتوں کو خوب جاننے والا ہے (المائدۃ5 :116)

یہاں ناقدین سب سے بڑا اعتراض یہ کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انتقال یا رفع کے بعد عیسائی حضرات نے عیسائیت کا حلیہ بگاڑ دیا۔ تو جب اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے دن پوچھا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صاف کہہ دیا کہ میں نے تو ایسا نہیں کہا۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوا ہوتا تو آپ یہ بھی کہتے کہ میں نے تو دوبارہ نزول کے بعد بھی انہیں سمجھایا تھا اور یہ مان گئے تھے اور میں نے تو صلیب بھی توڑ دی تھی اور خنزیر کو بھی قتل کر دیا تھا وغیرہ۔ یعنی یہاں دوبارہ نزول کا ذکر ہونا ضروری تھا کیونکہ موقع ایسا تھا۔ جب ذکر نہیں تو نزول مسیح ہونا ممکن نہیں۔ لیکن قائلین کہتے ہیں کہ جب متواتر روایات میں نزول مسیح کا ذکر موجود ہے تو یہ کوئی جائز اعتراض نہیں۔ عدم ذکر سے عدم شے لازم نہیں۔ یعنی اگر ذکر نہیں ہوا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ نزول مسیح نہیں ہو گا۔

21. اس آیت کے بارے میں تالیف قلب کے حوالے سے دونوں گروہ کیا کہتے ہیں؟

إِذْ قَالَ اللهُ يٰعِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

"اور جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھے پورا پورا لینے والا ہو اور اپنے طرف اٹھانے والا ہوں اور تجھے ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جنہوں نے کفر کیا اور تیرے پیروؤں کو منکرین پر قیامت تک فوقیت دینے والا ہوں۔" (آل عمران 3: 55)

اس آیت کے بارے میں ناقدین کہتے ہیں یہ یہ موقع یہودیوں کے مسیح علیہ السلام کے خلاف کی ہوئی چالوں کے نتیجے کا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے تسلی کی خاطر یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔ چونکہ یہ موقع تالیف قلب کا تھا اور ضرورت اس بات کی تھی کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے نزول کے بارے میں بھی بتایا جاتا لیکن ایسا نہ ہونا کسی اور بات کی طرف اشارہ کررہا ہے۔یعنی یہاں اللہ کو بتانا چاہیے تھا کہ جو یہود تمہیں تنگ کررہے ہیں ان سے پریشان نہ ہو میں تمہیں اس دنیا میں دوبارہ بھیجوں گا جب سارے یہود تم پر ایمان لے آئیں گے۔لیکن ایسا نہیں ہوا۔اس پر قائلین کا کہنا ہے اس موقع پر عیسیٰ علیہ السلام کے لیے یہ تسلیاں و تشفیاں ہیں کہ آپ کی وفات ان کے ہاتھوں نہیں ہوگی بلکہ طبعی موت وفات پائیں گے، جسم اور روح سمیت رفع سماوی کا معاملہ پیش آئے گا، آپ کا مشن اور ساتھی محفوظ رہیں گے، اور قیامت تک ان کو منکرین و معاندین پر فوقیت رہے گی۔تو یہ تالیف قلب یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی جانب سے دی جانب والی تسلیاں کافی ہیں۔

قائلین کا مزید کہنا ہے کہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ جن تشفیوں اور فوری ضرورت کے تحت عیسیٰ علیہ السلام کو تسلیوں کی ضرورت تھی وہ بلاغت سے بھرپور کلام میں موجود ہیں اور جب ایک شخص کے بارے میں رفع کا کہہ دیا گیا تو نزول اس کو لازم ہے اس لیے الفاظ میں اس کو بیان نہ کرنا ہی الٰہی کلام کا تقاضا تھا۔ناقدین کہتے ہیں رفع سے نزول لازم نہیں ہوتا۔یہ بحث پیچھے گذر چکی ہے کہ رفع سے نزول لازمی ہے یا نہیں۔

22. اس آیت پر دونوں مکاتب فکر کا کیا کہنا ہے؟

قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ تَعَالَوۡا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ اَلَّا نَعۡبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشۡرِكَ بِهٖ شَيۡــًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعۡضُنَا بَعۡضًا اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِؕ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُوۡلُوا اشۡهَدُوۡا بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ [64]

آپ ان سے کہئے: "اے اہل کتاب! ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں مسلم ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ "اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، نہ کسی کو اس کا شریک بنائیں اور نہ ہی ہم میں سے کوئی شخص اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو رب بنائے" اگر وہ اس بات سے منہ موڑیں تو ان سے کہئے کہ: گواہ رہو کہ ہم تو اس کے فرمانبردار ہیں۔"(آل عمران ۳:۶۴)

اس آیت پر ناقدین کا یہ کہنا ہے کہ اس آیت میں قرآن اہل کتاب بالخصوص عیسائیوں کو دعوت دے رہا ہے۔ یہاں نجران کے نصاری کو بھی دعوت دی گئی تھی۔ اگر نزول مسیح کا معاملہ ایک حقیقت تھی تو ان عیسائیوں کو تالیف قلب کے لیے یہ کہنا چاہیے تھا کہ " ہم میں اور تم میں یہ بات بھی مشترک ہے کہ ہم مسیح کے نزول کا انتظار کرنے والے ہیں"(واضح رہے کہ عیسائی بھی نزول مسیح پر یقین رکھتے ہیں)۔ جب عیسائی مان کر نہیں دیے تو معاملہ مباہلہ تک پہنچ گیا کہ ٹھیک ہے تم اپنے بیٹے بیٹیوں اور عورتوں کو لے آؤ اور ہم (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے گھر والوں کو لاتے ہیں پھر جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن نے اس نازک موقع پر بھی ایسا بیان نہیں دیا۔ اسی طرح بعد کے زمانے میں نزول مسیح جیسی قدر مشترک عیسائیوں کو دعوت دیتے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی کوٹ نہیں کی۔ قائلین کہتے ہیں جب تواتر سے باتیں ثابت ہیں تو عدم ذکر سے عدم شے لازم نہیں۔

نزول مسیح پر روایت کے لحاظ سے سوالات

23. کیا نزول مسیح کے انکار سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا انکار نہیں ہوتا؟

قائلین کا کہنا ہے کہ نزول مسیح کو ماننا لازمی ہے کیونکہ اگر نہیں مانیں گے تو حدیث کا انکار ہو گا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ بالواسطہ طور پر قرآن کی آیات کا انکار بھی مانتے ہیں۔ یعنی ان کا کہنا ہے کہ نزول مسیح کا انکار کرنے سے چونکہ احادیث کا انکار ہوتا ہے اس لیے اسے ماننا لازمی ہے۔ ناقدین میں سے اکثر یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم پر یہ ثابت ہو جائے کہ بات رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے تو سر آنکھوں پر۔ ہمارا اعتراض یہی ہے کہ یہ بات جس چینل یا سند یا طریقے سے رسول اللہ ﷺ تک پہنچائی جارہی ہے اس پر ہمیں شرح صدر یعنی اطمینان نہیں۔

24. نزول مسیح کے معاملے پر ناقدین کے احادیث پر کیا اعتراضات ہیں؟

نزول مسیح کی روایات کم و بیش ہر حدیث کی کتاب میں موجود ہیں سوائے موطا امام مالک کے۔ موطا امام مالک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دجال کا ذکر تو ہے لیکن وہاں صرف یہ بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا۔

روایات میں نزول مسیح کے بیان ہونے پر ناقدین کی تین آراء ہیں۔ پہلا گروہ ان لوگوں کا ہے جو حدیث کو نہیں مانتے ان کے نزدیک تو سند کتنی ہی قوی کیوں نہ ہو اس کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ یہ لوگ اس حدیث کو اس حیثیت سے ماننے سے انکار کردیتے ہیں جس کی بنا پر یہ قولِ رسول اور دین بن جاتی ہے۔ دوسرا گروہ جو حدیث کے بارے میں نرم رویہ رکھتا ہے لیکن وہ نزول مسیح کے عقیدے کا منبع قرآن کو بنانا چاہتا ہے۔ اور جب اس میں ناکام ہوجاتا ہے تو حدیث کی توجیہ کرنا چاہتا ہے۔ تو وہ ان احادیث کو ایک تمثیل کے طور پر لیتا ہے اور اس طرح براہ راست حدیث کا انکار بھی نہیں کرتا یا خاموشی اختیار کرتا ہے۔

ایک اور گروہ قادیانیوں کا بھی ہے۔ یہ گروہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر ساری توجہ رکھتا ہے کہ حضرت کی وفات ہوگئی لیکن نزول مسیح کی تمام روایات کو مانتا ہے اور ان روایات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مراد مرزا قادیانی صاحب کو لیتا ہے۔

25. حضرت مہدی کے بارے میں کیا نقطہ نظر ہے کیا حضرت مہدی اور مسیح ایک ہی ہیں؟

حضرت مہدی کے بارے میں قرآن سے تو استدلال نہیں کیا جاتا البتہ چند روایات پیش کی جاتی ہیں۔ ان میں سے کچھ سنداً قوی ہیں۔ البتہ مسیح اور مہدی کو الگ الگ شخصیات ہی مانا جاتا ہے۔ کچھ لوگ حضرت مسیح اور مہدی کو ایک ہی شخصیت مانتے ہیں۔

26. نزول مسیح کی احادیث پر ناقدین کے کیا اعتراضات ہیں جبکہ یہ روایات سند کے لحاظ سے قوی ہیں؟

یوں تو نزول مسیح کی روایات بخاری و مسلم جیسی کتب میں موجود ہیں جن کے بارے میں قائلین کا کہنا یہی ہے کہ ان احادیث کی سند پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ چونکہ ناقدین نزول مسیح کی احادیث کو من و عن نہیں لے سکتے اس لیے وہ احادیث پر کئی طریقوں سے تنقید کرتے ہیں۔

پہلا اعتراض

ناقدین حدیث کے مطابق حدیث کی کتب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے کافی عرصے بعد لکھی گئیں۔ مثال کے طور پر حدیث کی پہلی کتاب موطا جو امام ملک نے لکھی وہ سو سال کے بعد لکھی گئی۔ اس کے علاوہ صحیح بخاری تقریبا ڈھائی سو سال کے بعد لکھی گئی۔ چنانچہ ناقدین حدیث کا اعتراض ہے کہ جو احادیث یا روایات ڈھائی سو سال کے بعد محض یادداشت کی بنیاد پر تحریر کی جائیں تو ان میں نہ صرف غلطی کا امکان ہے بلکہ ان پر سو فی صد بھروسہ کرنا مناسب نہیں۔ اس پر قائلین کہتے ہیں کہ عربوں کا حافظہ بہت قوی تھا اس لیے ان کے لیے احادیث یاد رکھنا کوئی مسئلہ نہ تھا۔ نیز وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ احادیث کے کئی نسخے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود تھے جو بعد میں موجودہ کتب میں ضم ہوگئے۔ اس لئے یہ کہنا درست نہیں کہ یہ احادیث ڈھائی سو سال کے بعد لکھی گئیں۔

دوسرا اعتراض

ناقدین ایک اعتراض یہ کرتے ہیں کہ حدیث کی تحقیق کا طریقہ یعنی ریسرچ میتھڈالوجی (Research Methodology) ظنی ہے اور اس سے قطعی علم نہیں ملتا۔ چنانچہ وہ اسماءالرجال کے فن کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری کی پہلی ہی حدیث کی سند کچھ یوں ہے:

> حمیدی، سفیان، یحیی بن سعید انصاری، محمد بن ابراہیم تیمی، علقمہ بن وقاص لیثی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا.......

اس پر ناقدین کہتے ہیں کہ یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات امام بخاری تک پہنچنے کے لیے چھ لوگ درمیان میں ہیں۔ حمیدی، سفیان، یحیٰ، محمد، علقمہ اور حضرت عمر۔ یعنی حمیدی نے سفیان سے سنا، سفیان نے یحی سے سنا، یحی نے محمد سے سنا، محمد نے علقمہ سے سنا، علقمہ نے حضرت عمر سے سنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ حضرت عمر کو چھوڑ کر باقی لوگوں میں اس بات کا قوی امکان ہے کہ وہ انتہائی نیک نیت اور قوی حافظہ کے مالک ہونے کے باوجود کوئی غلطی کریں، کوئی سننے میں غلطی ہو جائے، کوئی بات سمجھنے میں غلطی ہو جائے، کوئی بات بیان کرنے میں غلطی ہو جائے وغیرہ۔ اس پر قائلین کہتے ہیں کہ احادیث وحی غیر متلو (یعنی وہ وحی جس کی تلاوت

نہیں کی جاتی) کا ریکارڈ ہیں۔ اس لیے جس طرح وحی متلو یعنی قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے لیا تو ان کی حفاظت کا ذمہ بھی اللہ نے لیا ہے۔ نیز قائلین کہتے ہیں کہ محدثین نے چھان پھٹک کے بعد ہی روایات لی ہیں۔

تیسرا اعتراض

ناقدین روایات کو علم کے حصول کا ایک ظنی ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک محدثین کے علم حدیث میں صحیح، ضعیف اور دیگر اقسام کی روایات کا ذکر ہے وہ حتمی نہیں بلکہ ایک انسانی کاوش ہے جس میں غلطی کا امکان موجود ہے۔ یعنی عین ممکن ہے کہ ایک محدث نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہو اور وہ ضعیف ہو۔

ناقدین مثال کے طور پر کہتے ہیں کہ امام بخاری اور امام مسلم دونوں استاد و شاگرد ہیں لیکن دونوں کے اصول حدیث میں ایک بنیادی فرق ہے اور وہ ہے سماع۔ امام بخاری وہ حدیث نہیں لیتے جس میں ایک راوی کی دوسرے سے ملاقات ثابت نہ ہو۔ دوسری جانب امام مسلم اس اصول کو نہیں مانتے۔ اسی لئے احادیث کی ایک بڑی تعداد جسے امام بخاری نے رد کیا وہ امام مسلم نے لے لیں۔ اس طرح کے اختلافات تمام ہی محدثین میں پائے جاتے ہیں۔

اس پر قائلین اس فن کا دفاع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس فنی فرق کے باوجود کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اللہ نے دین منتقل کرنے کا وعدہ لیا ہے اور قرآن کے بعد سنت کا سارا ریکارڈ حدیث میں ہی موجود ہے۔ اگر ہم ان احادیث پر شک کریں تو ہمیں تو یہی علم نہ ہوگا کہ نماز کیسے پڑھی جاتی تھی۔ اس پر ناقدین میں سے کچھ کہتے ہیں کہ سنت کا انتقال امت کے عملی تواتر سے ہوتا ہے نہ کہ حدیث سے۔ ان کے بقول نماز تو احادیث کے نسخے مرتب ہونے سے پہلے بھی پڑھی جاتی تھی اور دین ان احادیث کے تحریر میں آنے سے قبل بھی محفوظ تھا۔

چوتھا اعتراض

ناقدین یہ بھی کہتے ہیں کہ فن حدیث میں اسماء رجال پر بحث بھی ایک انتہائی مشکل کام ہے۔ یعنی امام بخاری دو سو یا ڈھائی سو سال کے بعد کچھ ایسے راویوں کے بارے میں تحقیق کرتے ہیں جو فوت ہو چکے۔ اب ان کے کردار کے بارے میں ایک اندازہ ہی لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کیسے تھے، کوئی حتمی رائے ممکن نہیں۔ قائلین کہتے ہیں کہ محدثین نے تحقیق میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اس لیے ان کی تحقیق پر آنکھ بند کر کے اطمینان کیا جا سکتا ہے۔ نیز قائلین کہتے ہیں

کہ اگر یہ خدائی منصوبہ تھا کہ دین منتقل ہو تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ صحیح احادیث کا ریکارڈ مستند ہے ورنہ دین کا ایک بڑا حصہ یعنی سنت کا انتقال مشکوک ہو جائے گا۔

پانچواں اعتراض

ناقدین کہتے ہیں کہ ایک حدیث ایک محدث کے نزدیک ضعیف جبکہ دوسرے کے نزدیک صحیح ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک راوی ایک محدث کے نزدیک ایماندار اور دوسرے کے نزدیک وہی مشکوک ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے فن حدیث میں تشکیک اور اضافیت پیدا ہو جاتی ہے۔ قائلین کہتے ہیں کہ اس قسم باتیں مستثنیات کے زمرے میں آتی ہیں۔ اگر حدیث کے مجموعی ذخیرے کو دیکھا جائے تو ایسا بہت کم ہے۔

چھٹا اعتراض

ناقدین احادیث کے متن پر اعتراض کرتے ہیں کہ جتنی بھی احادیث منتقل ہوئی ہیں وہ اکثر روایت باللفظ نہیں بلکہ روایت بالمعنی کے انداز میں منتقل ہوئی ہیں۔ یعنی ایسا نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جو بات بیان فرمائی وہ راوی نے انہی الفاظ میں بیان کی۔ بلکہ ایک راوی نے ایک حدیث کو سنا اور پھر ان الفاظ کو اپنے فہم کے مطابق کسی دوسرے الفاظ میں بیان کر دیا۔

ناقدین یہ بات سمجھانے کے لئے ایک مثال دیتے ہیں کہ حدیث جبریل ہے جو صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بیان ہوئی ہے۔ اس میں چند اختلافات موجود ہیں۔

صحیح بخاری میں یہ الفاظ موجود ہیں:

جب لونڈی اپنے سردار کو جنے

صحیح مسلم میں ہے

لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی

اسی طرح صحیح بخاری میں ہے

جب سیاہ اونٹوں کو چرانے والے عمارتوں میں رہنے لگیں

صحیح مسلم میں ہے

تو دیکھے گا کہ ننگے پاؤں ننگے جسم تنگ دست چرواہے بڑی بڑی عمارتوں پر اترائیں گے۔

اسی طرح کچھ روایات میں راویوں نے خود اپنے بھول جانے کو بیان کیا ہے جیسے اس روایت میں ہے:

اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئی اور وہ نماز پڑھ رہی تھیں ۔۔۔۔۔۔۔ بیشک میرے اوپر یہ وحی آئی ہے کہ قبروں میں تم لوگوں کی آزمائش ہوگئی، دجال کی آزمائش کے مثل یا قریب (فاطمہ کہتی ہیں) میں نہیں جانتی کہ ان دونوں لفظوں میں سے اسماء نے کون سا لفظ کہا تھا، تم میں سے ہر ایک کے پاس (فرشتے) بھیجے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہ اس مرد کے متعلق تم کو کیا علم ہے؟ مومن یا موقن، فاطمہ کہتی ہیں مجھے یاد نہیں کہ اسما نے ان دونوں لفظوں میں سے کون سا لفظ کہا تھا، تو کہے گا وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اللہ کے رسول ہمارے پاس معجزے اور ہدایت لے کر آئے تھے، ہم نے ان کی بات مانی اور ایمان لائے اور پیروی کی، اس سے کہا جائے گا کہ آرام سے سوجا، اس لیے کہ یقینا ہم نے جان لیا کہ تو مومن ہے لیکن منافق یا شک کرنے والا (فاطمہ کہتی ہیں) مجھے یاد نہیں کہ ان دونوں لفظوں میں سے اسماء نے کون سا لفظ کہا تھا کہے گا کہ میں (حقیقت حال تو نہیں جانتا لیکن) میں نے لوگوں کو کچھ کہتے سنا تھا، وہی میں نے کہہ دیا۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر ۱۸۶)

اس سے ناقدین یہ بات بیان کرتے ہیں کہ اس طرح کا روایت بالمعنی ہونا کافی احادیث میں موجود ہے۔ چنانچہ جب ایک عام شخص بھی کسی بات کو سن کر اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہے تو اس سے دو طرح کی غلطیاں ہوسکتی ہیں۔ ایک غلطی تو یہی کہ وہ بات کو جس طرح سمجھا اس طرح بیان کرے گا اور اگر وہ بات غلط سمجھا تو غلط ہی بیان کرے گا۔ دوسری غلطی یہ ہوسکتی ہے کہ وہ جب بھی بات بیان کرے گا تو اس میں اپنے نظریات، رجحانات، میلانات وغیرہ کے اثر سے مکمل طور پر آزاد نہ ہوگا۔ چنانچہ عین ممکن ہے کہ نزول مسیح کی روایات راویوں نے عیسائیوں کے نزول مسیح کے تصور سے متاثر ہو کر اسلامی تعلیمات بنا کر بیان کی ہوں۔

اس پر قائلین اس بات کا انکار کرتے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ چونکہ حدیث دین کا ماخذ ہے اس لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ راوی غلطی کرے۔ یہ وحی غیر متلو ہے اس لیے اسے ریکارڈ کروانا اللہ کی ذمہ داری ہے۔ قائلین اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ

یقیناً ہم نے ہی الذکر اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں (الحجر ۹:۱۵)۔

یعنی یہاں ذکر سے مراد حدیث لیتے ہیں جبکہ ناقدین یہاں ذکر سے مراد صرف قرآن لیتے ہیں۔
اس کے علاوہ قائلین کہتے ہیں کہ اس قسم کے لفظوں کا آگے پیچھے ہو جانا تو قرآن میں بھی موجود ہے جیسے وہ یہ آیات پیش کرتے ہیں:

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۭ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ [22]

چنانچہ ان دونوں کو دھوکا دے کر آہستہ آہستہ اپنی بات پر مائل کر ہی لیا۔ پھر جب انہوں نے اس درخت کو چکھ لیا تو ان کی شرمگاہیں ایک دوسرے پر ظاہر ہو گئیں اور وہ جنت کے پتے اپنی شرمگاہوں پر چپکانے لگے۔ اس وقت ان کے پروردگار نے انہیں پکارا کہ: "کیا میں نے تمہیں اس درخت سے روکا نہ تھا اور یہ نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟" (الاعراف۷:۲۲)

یہی مفہوم الفاظ کے معمولی ردوبدل سے اس آیت میں بیان ہوا ہے:

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى [121]

آخر ان (دونوں) نے اس درخت کا پھل کھا لیا جس سے ان کے ستر کے مقامات ایک دوسرے کے آگے کھل گئے تو وہ جنت کے پتوں سے انھیں ڈھانکنے لگ گئے۔ اور آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی لہذا وہ بھٹک گئے۔(طہٰ۲۰:۱۲۱)

قائلین کہتے ہیں کہ اس سے مفہوم پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اسی طرح احادیث کے تمام طروق کو سامنے رکھ کر نتیجہ اخذ کرنا چاہیے۔ ناقدین کہتے ہیں کہ قرآن جیسے قطعی علم کا موازنہ حدیث جیسے ظنی علم سے کرنا مناسب نہیں۔ اس پر قائلین کہتے ہیں کہ متواتر حدیث ایک ظنی نہیں قطعی علم ہے البتہ خبر واحد کو ظنی علم ہی سمجھا جاتا ہے۔

27. نزول مسیح کی احادیث پر سند کے لحاظ سے بھی کچھ کلام کیا گیا ہے؟

بالعموم صحیح بخاری و صحیح مسلم کی روایات کو سند کے لحاظ سے چیلنج نہیں کیا گیا اور ایک مشہور بات کہی جاتی ہے کہ قرآن کے بعد روئے زمین پر جو صحیح ترین کتاب ہے وہ صحیح بخاری ہے۔ البتہ کچھ ناقدین حدیث نے امام بخاری و امام مسلم کی روایات اور دیگر کتب حدیث میں بیان ہونے والی صحیح احادیث کو بھی سند کے لحاظ سے چیلنج کیا ہے۔ جیسے تمنا عمادی صاحب نزول مسیح کی صحیح بخاری کی روایت میں "اسحاق" نامی راوی پر جرح کرتے ہیں اور کہتے ہیں ص اسحٰق نامی راوی

جو نزول مسیح والی روایات بیان کر رہا ہے اس کی صحت مشکوک ہے۔ ان کی تحقیق کے مطابق امام بخاری نے اسحاق نامی راوی کی شناخت ظاہر نہیں کی کیونکہ وہ اس تنقید سے بچنا چاہتے تھے۔ ایسے ہی وہ ابن شہاب زہری اور دیگر راویوں کو نا قبل اعتبار ٹھہراتے ہیں۔ اس کی تفصیل ان کی کتاب " انتظار مہدی و مسیح" میں دیکھی جا سکتی ہے۔

اس پر قائلین اس تنقید کو رد کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ اگر ایک حدیث سند کے لحاظ سے ان محدثین نے صحیح قرار دے دی تو آج اتنے عرصے کے بعد اس پر جرح بدنیتی پر مبنی ہے۔

نزول مسیح پر عقلی سوالات

28. حضرت مسیح علیہ السلام کے دوبارہ نزول کا کیا مقصد ہے؟

اس پر قائلین کہتے ہیں مسیح علیہ السلام کی دوبارہ آمد کا مقصد دین کی تائید ہی ہے۔ نزول مسیح سے قبل کے حالات اتنے دگرگوں ہوں گے کہ کوئی اہم ترین شخصیت ہی ان پر قابو پا سکے گی۔ اس لیے یہ ضمنی مقصد ان کی آمد کا یہ بھی ہو سکتا ہے۔ روایات میں ہے کہ روئے زمین پر دجال کا فتنہ سب سے بڑا فتنہ ہو گا اور فتنہ کا قلع قمع کرنا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سب سے بڑا مقصد ہو گا۔

اس پر ناقدین کہتے ہیں کہ اگر حضرت مسیح ایک امتی کے طور پر آئیں گے اور معجزہ وغیرہ نہیں دکھا سکتے تو آپ کی کیا خصوصی حیثیت ہو گی؟ نیز اگر کسی عظیم ہستی کو بھیجنا تھا تو اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عظیم ہستی کونسی ہو سکتی تھی۔

ناقدین نزول مسیح کے مقصد پر ایک عقلی اعتراض یہ کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشن کیا نامکمل رہ گیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اصل مشن بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر کی حیثیت سے ان پر حجت تمام کرنا تھا۔ اسی بنا پر آپ کی پیدائش بن باپ کے ہوئی اور آپ کو غیر معمولی معجزات دیے گئے۔ آپ نے اپنا مشن یعنی بنی اسرائیل تک پیغام پہنچانا اور ان پر اتمام حجت اچھی طرح سرانجام دے دیا تھا۔ چنانچہ جب آپ کا مشن مکمل ہو گیا تو آپ کی واپسی کی کوئی وجہ نہیں نظر آتی۔

29. کیا مسیح علیہ السلام دوبارہ رسول کی حیثیت آئیں گے یا امتی کی حیثیت سے؟

اس پر قائلین متفق ہیں کہ آپ ایک امتی کی حیثیت سے آئیں گے اور شریعت محمدی کی پیروی کریں گے۔ اس پر ناقدین یہ کہتے ہیں کہ اگر آپ امتی کی حیثیت سے آئیں گے تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ آپ ایک رسول کی حیثیت سے دنیا سے اٹھائے گئے، پھر دنیا میں بھیجے جانے پر امتی بن گئے اور جب وفات ہوئی تو دوبارہ رسول بن کر آخرت میں اٹھائے جائیں۔ نیز ان کا یہ بھی اعتراض ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سب اہل کتاب ایمان لائیں گے تو جب نزول ہو گا تو کس حیثیت سے ایمان لائیں گے کیونکہ آپ تو امتی ہوں گے اور ایمان تو پیغمبر پر لایا جاتا ہے۔ اب یہ تو ممکن نہیں کہ مسلمانوں کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت امتی اور اہل کتاب کے لیے پیغمبر کی ہو گی؟ یعنی جب اہل کتاب ایمان لائیں گے تو یقینی طور پر ایک پیغمبر پر ہی ایمان لائیں گے جبکہ احادیث میں موجود ہے کہ آپ ایک امتی کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ ناقدین کہتے ہیں کہ اگر اس ایمان لانے والی بات کو مان لیا جائے تو احادیث میں ہی تعارض پیدا ہو جاتا ہے۔

30. کیا نزول پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام معجزے دکھائیں گے؟

اس پر قائلین کہتے ہیں کہ آپ لوگوں کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کریں گے البتہ لوگ خود ہ ایمان لے آئیں گے۔ معجزوں کے حوالے سے قائلین کہتے ہیں کہ آپ معجزے نہیں دکھائیں گے۔ اس پر ناقدین کہتے ہیں کہ اگر لوگ خود بخود ایمان لے آئیں گے تو یہ تو خود ایک معجزہ ہے۔ نیز اگر آپ معجزہ نہیں دکھائیں گے تو دوبارہ بھیجے جانے کا مقصد کیا ہو گا؟

31. اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام امتی کی حیثیت میں آئیں گے تو جزیہ اور جہاد کا حکم کیونکر معطل کر سکتے ہیں؟

قائلین کہتے ہیں کہ دجال اور ان کے معاونین و مؤیدین کے ساتھ جہاد ہو گا اور وہ حکم الہی سے ان کا وجود صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا۔ جبکہ عام لوگ دلائل و بینات کی بناء پر اسلام قبول کرلیں گے۔ اس لیے صورت حال یہ ہوگی کہ ہر طرف اسلام کا بول بالا ہو گا اور پھر جزیہ کی ضرورت ہی نہ رہے گیا۔ اور مزید کسی جنگ کی بھی ضرورت باقی نہ رہے گی۔

اس پر ناقدین کہتے ہیں کہ یہاں تو لفظ لکھا آرہا ہے "جزیہ منسوخ کر دیں گے"۔ کسی دور میں کسی چیز کی ضرورت کا نہ ہونا اس کی منسوخی نہیں ہوتی۔ جیسے حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور میں دولت کی ریل پیل تھی لیکن آپ نے جزیہ منسوخ نہیں کیا تھا۔ تو یہاں منسوخی کا اختیار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کس طرح دیا جاسکتا ہے جو شریعت محمدی کے تحت معاملات طے کریں۔

صحیح بخاری کے ایک نسخے میں تمنا عمادی صاحب کی تحقیق کے مطابق جزیہ نہیں بلکہ جہاد کا لفظ ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد جہاد منسوخ کر دیں گے۔ لیکن تمنا صاحب کی تحقیق کے مطابق یہ لفظ بعد میں تبدیل کرکے جزیہ کر دیا گیا۔

32. روایات میں بیان ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سور اور بندر کو قتل کر دیں گے۔ اس سے کیا مراد ہے؟

قائلین کہتے ہیں کہ بندر اور خنزیر کو قتل کرنا تمثیلا ان اشخاص کے لیے کہا گیا ہے جو اہل کتاب میں سے اللہ تعالیٰ کے باغی ہوں گے اور خدائی لشکر کا ساتھ دینے کی بجائے دجال کا ساتھ دیں گے۔ قائلین کہتے ہیں کہ کچھ حضرات کے نزدیک پاک حلال جانوروں کو تلف کرنا جائز نہیں بقیہ جانوروں کو تلف کیا جاسکتا ہے بلکہ بعض اوقات ان کو تلف کرنا مباح اور جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہوتا ہے اور کبھی ان کو تلف کرنا بعض افراد کے اعتبار سے واجب کے زمرے میں آجاتا ہے۔ مثلاً آدم خور جانور یا سانپ جیسے موذی جانور وغیرہ۔ اب ان کو تلف کرنے میں کیا حکمت کار فرما ہوگی یہ قبل از وقت کوئی اندازہ لگانے والی بات ہے۔

ناقدین کہتے ہیں کہ اگر یہ تمثیل اور مجازی اسلوب ہے تو پھر تو بہت سی باتوں کو مجازی اسلوب میں لیا جاسکتا ہے اگر یہ حقیقی اسلوب ہے تو پھر یہ تو واضح طور پر شریعت میں تغیر و تبدیلی کرنا ہے کیونکہ یہ کام تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نہیں کیا کہ سور کو قتل کر دیا جائے۔ اس بات کے مجاز حضرت مسیح نہیں ہیں کیونکہ یہ بات حدیث سے بھی ثابت ہے کہ آپ شریعت کو ماننے والے امتی کی حیثیت سے آئیں گے۔

33. کیا نزول مسیح کے نظریے کو ماننے سے امت میں کسی اور قادیانی کا دروازہ نہیں کھلا ہوا؟

قائلین کہتے ہیں ایسا نہیں ہے کیونکہ مرزا قادیانی کو کسی طور مسیح تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ناقدین کہتے ہیں کہ نزول مسیح و مہدی کی روایات کو من و عن لینے سے یہ دروازہ کھلا رہے گا کہ کوئی مسیح یا مہدی کا دعوی کر دے جیسے ماضی میں کیا گیا۔ نیز حضرت مسیح جب آئیں گے تو انہیں پہنچاننے کی کوئی علامت حدیث میں بیان نہیں کی گئی تو آج بھی کوئی شخص مسیح ہونے کا دعوی کر سکتا ہے اور یہ ایک خطرناک بات ہے۔

34. کیا نزول مسیح سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برتری نہیں ثابت ہو رہی؟

اس پر قائلین کہتے ہیں کہ بعض پیغمبروں پر بعضوں کو ترجیح دی گئی ہے اس لیے حضرت مسیح کا دوبارہ بھیجا جانا اور ان کو نزول تک زندہ رکھنا کوئی بڑا مسئلہ نہیں نیز وہ ایک امتی ہی کی حیثیت آئیں گے۔ ناقدین کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا معاملہ عیسائی روایتوں سے آیا ہے اور اس میں واضح طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برتری ثابت ہو رہی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اگر اسلام کا بول بالا کرنے کے لیے کسی پیغمبر کو دنیا میں آنا ہی تھا تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ان کے دوبارہ دنیا میں بھیجے جانے کی صورت میں ختم نبوت کے مسئلے پر بھی چوٹ نہ پڑتی۔ قائلین کہتے ہیں کہ متواتر روایات کی موجودگی میں اس اعتراض کی کوئی حیثیت نہیں۔

35. کیا نزول مسیح کے نظریات مسلمانوں میں اہل کتاب کے پاس سے آئے ہیں؟

ناقدین میں سے کچھ کے نزدیک نزول مسیح کے نظریات مسلمانوں میں یہودی اور عیسائیوں کے پاس سے آئے۔ ان کے مطابق دنیا ہے ہر مذہب میں کسی مسیحا کے نزول کا ذکر ہے۔ یہود آج تک ایک مسیحا کے منتظر ہیں۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ یسوع مسیح دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور یہود سے انتقام لیں گے۔ دونوں مذاہب میں دجال مسیح یعنی دھوکے باز مسیح کا تصور بھی موجود ہے۔ اس بنیاد پر ناقدین کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد کی بنیاد مسلمانوں کا عیسائیوں کے ساتھ اختلاط تھا۔ جس دور میں یہ روایتیں لکھی گئیں تو راویوں نے خلط مبحث پیدا کر دیا اور اپنی فہم کو بھی روایات کے اندر شامل کر دیا۔ قائلین اس الزام کو سختی سے رد کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ ساری باتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی " صحیح " احادیث سے ملتی ہیں تو پھر ان میں عیسائی نظریات آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

36. کیا قیامت کے وقت اگر عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوتے ہیں تو کیا آپ پر ایمان لانا لازمی ہوگا؟ اگر ہاں تو آپ کو کس طرح پہچانا جائے گا؟

اس کا جواب قائلین تو یہ دیتے ہیں کہ آپ پر ایمان لانا لازم ہوگا کیونکہ اگر اہل کتاب خود ہی ایمان لے آئیں گے تو مسلمان بھی ایمان لے آئیں گے۔ نیز قائلین کے مطابق ایمان لانے کے لئے شناخت کا ہونا ضروری نہیں۔ احادیث کے مطابق یہ کام خود بخود ہوگا یعنی لوگ خود بخود ایمان لے آئیں گے۔ اس پر ناقدین یہ کہتے ہیں کہ اگر خود بخود سب ایمان لائیں گے تو یہ تو ایک معجزہ ہوگا۔ ایسا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یا کسی نبی کے ساتھ بھی نہیں ہوا تو ایک ایسی ہستی جو امتی ہوں ان پر خود بخود ایمان کیسے لایا جاسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی کسی کو جبری طور پر ایمان لانے پر مجبور نہیں کیا اور لوگوں کے اختیار پر اسے چھوڑا ہے۔ تو ایسا ہونا عقلاً اور نقلاً محال ہے۔ اور اگر لوگوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر پہچان کر ایمان لانا ہوگا تو آپ کی جو علامات اور حلیہ بیان ہوا ہے اس تک میں اختلاف ہے تو لوگ کیسے پہچانیں گے کہ یہی عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ناقدین کہتے ہیں کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ آپ دو فرشتوں کے ساتھ شام میں آسمان سے نازل ہوں گے تو ایسا تو کسی پیغمبر کے ساتھ بھی نہیں ہوا۔ بلکہ مشرکین مکہ کا سب سے بڑا مطالبہ یہی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرشتے کیوں نہیں اترتے۔

37. نزول مسیح کو ماننے کے مزید کیا نقصانات ناقدین بیان کرتے ہیں؟

ناقدین کے نزدیک نزول مسیح کو ماننے سے ختم نبوت پر بھی چوٹ پڑتی ہے۔ جس طرح مرزا غلام احمد قادیانی نے نزول مسیح کی روایات کو اپنے اوپر چسپاں کرکے خود مسیح موعود ہونے کا دعوی کردیا، ایسے ہی کل کو کوئی بھی شخص ان احادیث میں بیان کردہ علامات کی روشنی میں خود کو یا کسی اور کو مسیح منوانے کی کوشش کرسکتا ہے۔ اور ایک مرتبہ یہ بات مشہور ہوجائے اور لوگ کسی حیثیت سے اسے قبول کرلیں تو پھر کس نے یہ دیکھنا ہے کہ یہ نبی کی حیثیت سے آیا ہے یا امتی کی حیثیت سے، یہ صاحب وحی ہے یا نہیں، یہ شریعت میں ردوبدل کرسکتا ہے یا نہیں۔ پھر تو اندھی تقلید میں کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ ماضی میں پندرہ یا سولہ افراد نے مہدی ہونے کا دعوی کیا اور ان میں سے کچھ نے اپنے نئے مذہب کی بنیاد رکھی جس سے امت میں گمراہی پھیلی۔ ناقدین کے خیال میں یہی صورت حال حضرت مسیح علیہ السلام

کی نزول پر عقیدہ رکھنے والوں میں بھی پیدا ہو سکتی ہے کیونکہ اس کا آغاز مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیح موعود کے جھوٹے دعوے سے کر دیا ہے۔

ایک وجہ نزول مسیح و ظہور مہدی کی مخالفت کی ناقدین یہ پیش کرتے ہیں کہ اس قسم کے انتظار کے باعث مسلمان بے عملی کا شکار ہو جاتے بلکہ کسی حد تک غیر شرعی باتوں تک بھی چلے جاتے ہیں۔ آج کل شام میں جہادیوں کا اجتماع اسی نزول مہدی و مسیح کے انتظار میں ہو رہا ہے۔ یہ جہادی لوگ شام میں جمع ہو کر پہلے اچھی طرح تباہی لانا چاہتے اور قتل وغارت گری کرنا چاہتے ہیں تاکہ نزول مسیح کا جواز بن جائے اور پھر سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جھنڈے تلے اسلام نافذ کر کے امریکہ و برطانیہ اور ہندستان سے بدلہ لے سکیں۔

ایک اور بات ناقدین یہ کہتے ہیں کہ آج کے دور میں ہولو گرافی کی ٹیکنالوجی عام ہو گئی ہے۔ اس کے ذریعے تین ڈائی مینشن پر مبنی تصاویر بنائی جاسکتی ہیں اور ترقی یافتہ ممالک میں اب اس طرح کی فلمیں عام ہیں جو آسمانوں پر دکھائی جاسکتی ہیں۔ آج کے اس دور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دو فرشتوں کے ساتھ آسمان سے اترتا ہوا با آسانی دکھایا جاسکتا ہے جس پر حقیقت کا گمان ہونا لازمی ہے۔ اگر ایسا کچھ کر دیا جائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر عوام الناس کی ایک بڑی اکثریت با آسانی ایمان لا سکتی ہے۔ اس وقت کسی کو کون سمجھائے گا کہ یہ حقیقت نہیں بلکہ دھوکا ہے۔

قائلین اس کا انکار کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر صحیح احادیث اور قرآنی اشارات نزول مسیح کی تائید کرتے ہیں تو یہ نقصانات محض ایک گمراہ کرنے کی کوشش ہے۔

نزول مسیح پر تیسرا نقطہ نظر

38. نزول مسیحؑ پر قائلین اور ناقدین کے دلائل کا خلاصہ کیا ہے؟

قائلین کا پلہ روایات میں بھاری ہے کیونکہ سند کے لحاظ سے مستند روایات کتب احادیث میں ملتی ہیں جس میں نزول مسیح کا ذکر ہے۔ دوسری جانب ناقدین نے عقلی اعتراضات کے ذریعے اس واقعے پر اپنے شک یا انکار کا اظہار کیا ہے کہ نبوت کے بعد تاریخ انسانی کا یہ دوسرا بڑا واقعہ ہے۔ جس طرح قرآن نے باقی اہم عقائد اور پیشن گوئیوں کو بیان کیا ہے تو اس پر بھی صرف ایک لفظ ہی سہی لیکن براہ راست کہہ دیتا۔

اوپر بیان کی گئی تمام بحث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو ناقدین قائل ہورہے ہیں اور نہ ہی قائلین اپنا نقطہ نظر بدلنے پر آمادہ ہیں۔ اس پر ایک تیسرا نظر بھی سامنے آیا ہے۔ اس لیے اس نقطہ نظر کی رائے بیان کرنا بھی ضروری ہے۔

39. تیسرا نقطہ نظر کیا ہے اور یہ نقطہ نظر کن لوگوں نے پیش کیا؟

یہ نقطہ نظر دجال، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی علیہ السلام سے متعلق روایات کو اصل الفاظ میں نہیں بلکہ مجازی اسلوب میں لیتا ہے۔یعنی دجال سے مراد کوئی شخص نہیں بلکہ کوئی فکر یا نظام ہے جو دھوکے پر مبنی ہے۔اسی طرح کچھ لوگ حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول اور امام مہدی کی آمد کو بھی مجازی اسلوب میں پیش کرتے ہیں۔

40. اس مجازی نظریے کا ارتقا کیسے ہوا؟

سب سے پہلے دجال سے متعلق کئی نشانیوں کو مجازی مفہوم میں لیا گیا۔ مفتی ابولبابہ شاہ منصور نے اپنی کتاب "دجال، کب کون، کہاں اور کیسے؟ " میں احادیث کی عصری تطبیق کی ہے۔اس کتاب میں وہ مہدی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کے متعلق پیشن گوئیاں استعارۃ انداز میں ہے۔(ص 65) اسی طرح امام مہدی کے بارے میں ایک فلک شگاف ندا کو وہ میڈیا کی آواز قرار دیتے ہیں (ص ایضا)

مولانا عاصم عمر اپنی کتاب " برمودا تکون اور دجال " میں اسی تمثیلی رنگ کو اختیار کرتے ہیں۔ان کے نزدیک دجال کے لیے زمین کو لپیٹنے سے مراد ٹائم، اسپیس اور کشش ثقل پر کنٹرول کرنا ہے (صفحہ 132, 133)۔ ایسے ہی وہ لکھتے ہیں کہ دجال کی سواری حمارِ اقمر (چمکتا ہوا گدھا) سے مراد اڑن طشتریاں ہیں۔

دوسرے مرحلے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مہدی علیہما السلام کو مجازی اسلوب میں پیش کیا گیا یعنی یہ بتانے کی کوشش کی گئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مراد کوئی ایک صالح حکمران ہو گا جو مسلمانوں ہی میں سے ہو گا اور آسمان سے نازل نہیں ہو گا۔

البتہ اس فکر پر باقاعدہ اور منظم کام مئی سن ۲۰۱۰ میں مولانا وحید الدین خان صاحب نے الرسالہ میں شائع کیا۔ مولانا نے وہ اصول فراہم کئے جس سے ایک درمیان کی راہ اختیار کرنے کا اشارہ ملتا ہے۔ مولانا کی تفصیلی رائے مئی ۲۰۱۰ کے الرسالہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

تیسرے مرحلے پر یہ کہا گیا کہ اگر دجال ایک شخص نہیں بلکہ فکر کا یا نظام کا نام ہے تو اس کا استیصال کرنے کے لئے بھی کسی فرد کی نہیں بلکہ کسی نظریے کی ضرورت ہے۔ اسی لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مراد کوئی فرد نہیں بلکہ ایک فکر ہے جو اپنی رد فکر یعنی دجال مسیح یعنی جھوٹے دجال کا پول کھولے گی اور اس کا قلع قمع کرے گی۔ یہ فکر ریحان احمد یوسفی صاحب کی ہے۔

41. کیا یہ تیسرا نقطہ نظر بالکل نیا ہے یا اس سے پہلے بھی اس پر کام ہو چکا ہے؟

یہ تیسرا نقطہ نظر صرف مولانا وحید الدین خان صاحب ہی کا نہیں بلکہ کچھ اور بھی لوگوں نے اس جانب اشارات دیے ہیں۔ مولانا وحید الدین خان لکھتے ہیں:

> یہ کوئی انہونی بات نہیں۔ علمائے اسلام کی قابل تعداد لحاظ اس نقطہ نظر کو ہمیشہ سے مانتی رہی ہے کہ مسیح جسمانی طور پر آسمان سے نازل نہیں ہوں گے۔ اس نقطہ نظر کی تائید میں مستقل کتابیں بھی لکھی گئی ہیں۔ جو علمائے اسلام اس نقطہ نظر کے حامی ہیں ان میں امام رازی (۱۲۱۰)، جمال الدین افغانی (۱۸۹۷)، مفتی محمد عبدہ (۱۹۰۵)، سید رشید رضا مصری (۱۹۳۵)، شیخ محمود شلتوت (۱۹۶۳)، ڈاکٹر محمد اقبال (۱۹۳۸)، مولانا عبید اللہ سندھی (۱۹۴۴)، مولانا ابوالکلام آزاد (۱۹۵۸)، شیخ محمد احمد ابوزہرہ (۱۹۷۴)، شیخ محمد الغزالی (۱۹۹۶) وغیرہ۔ متقدمین میں علی بن احمد بن حزم (۱۰۶۳)، ابن تیمیہ (۱۳۲۸) وغیرہ نے نزول مسیح کے مسئلے کو اختلافی مسئلہ قرار دیا ہے۔ (الرسالہ صفحہ ۴۶، مئی ۲۰۱۰)

42. اس تیسرے مجازی مکتبہ فکر کا بنیادی مقدمہ کیا ہے؟

اس کا بنیادی مقدمہ یہ ہے:

۱۔ قرآن و احادیث میں قیامت کی تمام نشانیاں مجازی یا علامتی یا تمثیلی ہیں یا پھر یہ غیر متعین ہیں۔

۲۔ نزول مسیح کی روایات قرب قیامت کی خبر یا پیشن گوئی ہیں جس کی شرح وضاحت میں اختلاف ممکن ہے۔ ورنہ غیب کا پردہ چاک ہو سکتا ہے۔

۳۔ نزول مسیح کی روایات کو تمثیلی انداز میں لینا ہی اصل حقیقت ہے۔

43. قرآن و احادیث میں قیامت کی تمام نشانیاں علامتی یا تمثیلی ہیں۔ اس اصول کی وضاحت کریں۔

اس کی پہلی دلیل یہ گروہ یہ دیتا ہے کہ قیامت اچانک واقع ہوگی جیسا کہ اس آیت سے واضح ہے:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ [187]

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کب قائم ہو گی؟ آپ ان سے کہئے:" یہ بات تو میرا پروردگار ہی جانتا ہے۔ وہی اسے اس کے وقت پر ظاہر کرے گا اور یہ آسمانوں اور زمین کا بڑا بھاری حادثہ ہو گا جو یکدم تم پر آن پڑے گا۔" لوگ آپ سے تو یوں پوچھتے ہیں جیسے آپ ہر وقت اس کی ٹوہ میں لگے ہوئے ہیں۔ ان سے کہئے کہ اس کا علم اللہ ہی کو ہے مگر اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے۔ (الاعراف ۷:۱۸۷)

اسی قسم کا بیان سورہ طہ (۲۰:۱۵) اور حٰم السجدہ (۴۱:۴۷) میں بھی ہے۔

مجازیین کے مطابق ان آیات کے مطابق قیامت کا معاملہ ایسا ہے کہ اس کا حقیقی علم اللہ ہی کو ہے اور یہ بالکل اچانک واقع ہو گی۔ اسی لئے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جبریل علیہ السلام نے پوچھا کہ قیامت کب واقع ہو گی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لاعلمی کا اظہار کیا (بخاری)۔ البتہ آپ نے دو نشانیوں کا ذکر کیا کہ لونڈی اپنی مالکہ جنے گی اور عرب کے بدو اونچی عمارتوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کریں گے۔

اگر یہ حقیقی ہوتیں تو قرآن کی اس آیت کی خلاف ورزی ہوتی کہ قیامت اچانک آپڑے گی اور اس کا حقیقی علم اللہ ہی کو ہے۔ اس سے علم ہوتا ہے کہ قیامت کی نشانیاں تمثیلی ہیں یعنی یہ مجازی انداز میں بیان کی گئی ہیں اور ان کی ایک سے زائد تشریح ہو سکتی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم ہو گی اور آدمی اونٹنی کا دودھ نکال رہا ہو گا اور برتن اس کے منہ تک نہ پہنچے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور دو آدمی کپڑے کی خرید و فروخت کر رہے ہوں گے اور ان کی خرید و فروخت مکمل ہونے سے پہلے قیامت قائم ہو جائے گی اور کوئی آدمی اپنے حوض کو درست کر رہا ہو گا اور وہ اس سے دور نہ ہو گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2912)

یعنی قیامت اچانک آکے پڑنے والی افتاد ہے اور پیشن گوئیوں میں بتائی گئی علامتوں کے اظہار کے باوجود اس کا تعین ممکن نہیں۔ مولانا وحید الدین خان صاحب اسے بنیادی مقدمہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

44. قیامت کی نشانیوں کے حوالے سے کیا اصول ہیں؟ نیز اس بات کی وضاحت کریں کہ قیامت کی نشانیاں علامتی یا تمثیلی ہیں؟

مجازی گروہ کے نزدیک قیامت کی نشانیاں بیان کرنے کے کے درج ذیل اصول ہیں:

ا۔ پہلا اصول یہ ہے کہ نشانی تمثیل کی شکل میں ہو گی یا مجازی معنوں میں ہو گی جس میں تشکیک کا عنصر بہر حال رہے گا۔ اگر ایسا نہ ہو تو غیب کا پردہ اٹھ جائے گا جو قرآن کی خلاف ورزی ہے (الانعام آیات ۸، ۹)۔ مثال کے طور پر قیامت کی ایک پیشن گوئی ہے کہ لونڈی اپنی مالکہ جنے گی (مسلم)۔ اس کا مطلب متعین طور پر کوئی نہیں بتا سکتا۔ کچھ لوگ اس سے مراد دور غلامی کا خاتمہ لیتے ہیں تو کچھ اس سے مراد یہ لیتے ہیں کہ بیٹیاں یا اولاد ماں باپ پر مالکوں کی طرح حکم چلائے گی۔

۲۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ قیامت اچانک واقع ہو گی اور کسی نشانی کے ظاہر ہونے کے بعد بھی قیامت کا وقت نہیں معلوم ہو گا ورنہ تو یہ قرآن کی خلاف ورزی ہو گی (الاعراف ۷:۱۸۷)۔ یعنی یہ عین ممکن ہے کہ ایک نشانی ظاہر ہو جائے اور اس کی مدتوں بعد بھی قیامت نہ آئے۔ کیونکہ قیامت کا حقیقی علم صرف اللہ ہی کو ہے۔

۳۔ تیسرا یہ کہ یہ عین ممکن ہے کہ کوئی قیامت کی نشانی ظاہر ہو جائے اور کچھ لوگ اسے سمجھنے سے قاصر رہیں یا ماننے سے انکار کر دیں۔ مثال کے طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی پیشن گوئی بائبل میں موجود تھی لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا تو یہود نے مخالفت کی اور ماننے سے انکار کر دیا۔

اس پر مولانا وحید الدین خان لکھتے ہیں:

> "یاد رکھنا چاہیے کہ قیامت سے پہلے صرف ایک ہی واقعہ اپنی برہنہ صورت میں سامنے آئے گا، وہ فرشتہ اسرافیل کا سور پھونکنا ہے۔ اس ایک واقعے کے سوا تمام دوسرے علامتی واقعات، التباس کے پردے میں ظاہر ہوں گے۔ ان کو پہچاننے کا معاملہ ایک آزمائش کا معاملہ ہو گا، نہ کہ سور اسرافیل کی طرح برہنہ معاملہ۔ موجودہ دنیا امتحان کی دنیا ہے۔ امتحان کی دنیا میں حقیقتیں اپنی برہنہ صورت میں سامنے نہیں آتیں۔ حقیقتوں کا عیانا سامنے آنا صرف اس وقت ہو گا جب کشف ساق (القلم:۴۲) ہو جائے۔ یہی خدا کا تخلیقی منصوبہ ہے۔ اگر خدا کا منصوبہ یہ ہوتا کہ حقیقت کو عیاناً دکھا دیا جائے تاکہ اس کو مان کر لوگ جنت میں داخل کئے جائیں، اگر ایسا ہوتا تو خدا انسان جیسی مخلوق پیدا کر کے آباد نہ کرتا۔ ایسی حالت میں وہ صرف فرشتوں کو پیدا کرتا تاکہ وہ حقیقت کو

عیاناً دیکھیں اور پھر ان کی شہادت دے کر ابدی جنتوں میں داخل کر دیے جائیں۔" (الرسالہ، جولائی ۲۰۰۸، صفحہ ۴)

45. قیامت کی نشانیاں اگر حتمی نہیں بلکہ یہ مجازی ہیں اور ان سے قیامت کا متعین وقت بھی معلوم نہیں ہو تا تو پھر یہ نشانیاں کیوں بتائی گئیں؟

مجازی گروہ کے نزدیک ان نشانیوں کو بیان کرنے کا مقصد یہ نہیں تھا کہ لوگ ان نشانیوں کے ذریعے قیامت کا قرب و بعد معلوم کریں۔ اللہ تعالیٰ تو اس بات پر قادر ہیں کہ وہ ان نشانیوں کے ظہور کے بنا ہی قیامت نافذ کر دیں اور یوں بھی ہو سکتا ہے کہ تمام نشانیاں ظہور پذیر ہو جائیں اور پھر بھی مدتوں قیامت بپا نہ ہو۔ ان نشانیوں کا مقصد اگر یہ بتانا ہوتا کہ جونہی یہ ظاہر ہوں تو قیامت آجائے گی تو اس سے تو بہتر تھا کہ متعین وقت ہی بتا دیا جاتا۔

اس گروہ کے نزدیک ان نشانیوں کو بتانے کے دو مقاصد ہیں۔ پہلا یہ کہ یہ نشانیاں درحقیقت وہ مجموعی اخلاقی، فکری، معاشی اور ماحولیاتی انحطاط کا علامتی اظہار ہیں جس کا بنیادی سبب کسی نہ کسی پہلو سے انسان ہی بنے گا۔ اس مجموعی انحطاط کی بنا پر انسان اس دنیا میں جینے کا حق بحیثیت مجموعی کھو دے گا۔ تو انسان کو پہلے ہی سے وارننگ دے دی گئی ہے کہ وہ اس عظیم انحطاط کے جوں جوں قریب جائے گا، اتنا ہی قیامت کے قریب ہوتا جائے گا۔

اس گروہ کے نزدیک ان نشانیوں کا دوسرا مقصد انسان کو بار بار ہوشیار کرنا اور اسے متنبہ کرنا ہے کہ قیامت قریب آرہی ہے۔ لیکن اس کی قربت و دوری کا حقیقی علم بہر حال اللہ ہی کو ہے۔

46. قیامت کی نشانیوں کے دو اصول بتائے ہیں کہ یہ تمثیلی یا عمومی اور غیر متعین ہو نگی اور اس سے متعین وقت معلوم نہیں ہو سکتا۔ اس اصول کا اطلاق قیامت کی نشانیوں پر کر کے بتایئے۔

اس گروہ کے نزدیک ان اصولوں کا ان نشانیوں پر اطلاق اس طرح ہوتا ہے:

ا۔ پہلی قسم کی علامت اخلاقی انحطاط سے متعلق ہیں جس میں علم کا اٹھ جانا، زنا، شراب نوشی اور قتل و غارت گری کی کثرت، مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت اور خدا پرست لوگوں کی کمی ہے (صحیح بخاری و صحیح مسلم)۔ یہ ساری علامات وہ ہیں جن کے وقت یا ظہور کے تعین پر دو رائیں ممکن ہیں۔ یعنی متعین طور پر نہیں کہا جا سکتا ہے کہ یہ کس دور کی بات ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ سب ہو چکا اور کچھ کہتے ہیں ان کا ظاہر ہونا بھی باقی ہے۔

۲۔ یاجوج ماجوج کا خروج: اس پر اب علما کم و بیش متفق ہیں کہ اس گروہ کے مطابق یاجوج ماجوج کوئی چھپی ہوئی قوم نہیں بلکہ یہ حضرت نوح علیہ السلام کے تیسرے بیٹے یافث کی اولاد ہے جو یاجوج ماجوج کہلاتی ہے۔ یہ وہ براہ راست پیشن گوئی ہے جو قرآن میں بیان ہوئی ہے۔

حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتۡ يَاۡجُوۡجُ وَمَاۡجُوۡجُ وَهُمۡ مِّنۡ كُلِّ حَدَبٍ يَّنۡسِلُوۡنَ ۝۹۶

یہاں تک کہ یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے نیچے کو دوڑتے آئیں گے۔(الانبیاء ۹۶:۲۱)

یعنی جب قیامت قریب آئے گی تو یاجوج ماجوج کھول دیے جائیں گے اور ہر بلندی سے پل پڑیں گے۔ یہاں یہ بیان مجازی گروہ کے نزدیک تمثیلی ہے۔ یہ قوم امریکہ، آسٹریلیا، یورپ، چین اور روسی اقوام میں موجود ہے۔ تو یہاں یاجوج ماجوج کھولنے سے مراد اور ہر بلندی سے کودنے سے مراد کیا ہے؟ اس کا مفہوم اس گروہ کے نزدیک یاجوج ماجوج کا سائنسی، سیاسی و معاشی غلبہ ہے جس کا آغاز انڈسٹریل انقلاب سے ہو چکا اور تاحال جاری ہے۔ یہ ایک مجازی اسلوب ہے جس کا کوئی دوسرا مفہوم بھی لیا جاسکتا ہے۔ نیز یاجوج ماجوج کے خروج سے قیامت کا علم نہیں ہوتا۔ بلکہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ قیامت سے قبل یاجوج ماجوج کا خروج ہو گا لیکن کتنا قبل یہ نہیں کہا جاسکتا۔

۳۔ لونڈی اپنی مالکہ جنے گی (مسلم رقم ۹۳): یہ دوسری نشانی ہے جو حدیث جبریل میں بیان ہوئی ہے۔ یہ بھی تمثیلی ہے کیونکہ یہی بات ایک دوسری حدیث میں ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔

جب لونڈی اپنے سردار کو جنے۔(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 49)

اس سے مراد اس گروہ کے کچھ لوگ دور غلامی کا خاتمہ لیتے ہیں جبکہ کچھ یہ مراد لیتے ہیں کہ ماں باپ پر ان کی بیٹی یا بیٹا حکم چلائے گا۔

۴۔ چرواہوں کا اونچی اونچی عمارتوں میں مقابلہ کرنا(مسلم رقم: ۹۳) یہ نشانی بھی حدیث جبریل میں بیان ہوئی ہے اور یہ نشانی ایک مجازی اسلوب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک دوسری حدیث میں یہ بات یوں بیان ہوئی ہے۔

جب لونڈی اپنے سردار کو جنے اور جب سیاہ اونٹوں کو چرانے والے عمارتوں میں رہنے لگیں (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 49)۔

جبکہ مسلم میں یہ الفاظ ہیں:

"تو دیکھے گا کہ ننگے پاؤں ننگے جسم تنگ دست چرواہے بڑی بڑی عمارتوں پر اترائیں گے " (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 96)

ان احادیث سے واضح ہے کہ یہ پیشن گوئی حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہے۔ یہاں عمارتوں میں رہنا یا تنگ دست چرواہوں یا سیاہ اونٹ چرانے والوں کا تعین وہ معاملہ ہے جس میں اختلاف کی پوری گنجائش موجود ہے۔

۵۔ مشرق، مغرب، جزیرہ نما عرب میں زمین کا دھنسنا(بخاری) : یہ بھی تمثیلی معاملہ ہے کہ اس سے کیا مراد ہے، کوئی زلزلہ مراد ہے یا کسی اور قسم کی ارضیاتی یا ماحولیاتی تبدیلی۔

۶۔ دھواں کا اخراج (بخاری): اس سے مراد کچھ لوگ ایٹمی دھماکہ مراد لیتے ہیں تو کچھ اوزون کا پھٹنا اور کچھ اسے حقیقی معنوں میں لیتے ہیں۔

۷۔ زمین کے جانور کا خروج جو لوگوں سے باتیں کرے گا(القرآن): کچھ علما اسے حقیقی معنوں میں لیتے ہیں تو کچھ اس سے مراد موبائل فون لیتے ہیں۔ بلکہ مولانا امین احسن اصلاحی تو اسے قیامت کی نشانی ماننے سے انکار کرتے ہیں ان کے خیال میں اس سے مراد یہ ہے کہ اگر قریش ایمان نہ لائے تو اللہ اس بات پر قادر ہے کہ زمین سے ایک جانور نکلے جو ان سے باتیں کرے۔ اس سے یہ گروہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں اختلاف نہ صرف ممکن ہے بلکہ ایسا ہونا ان نشانیوں کی بنیادی خصوصیت ہے۔

۸۔ آگ جو عدن کے گڑھے سے نکال کر لوگوں کو ہانکے گی اور ہوا جو انہیں سمندر میں پھینک دے گی۔ یہ بھی تمثیل ہی ہے جس کی حتمی تعبیر پر کچھ کہنا مشکل کام ہے۔

۹۔ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا: یہ بھی تمثیل ہے جس کا مطلب کچھ لوگ یہ لیتے ہیں کہ تہذیب و تمدن ہمیشہ مشرق سے نمودار ہوتا رہا لیکن قیامت سے قبل تہذیب و تمدن اور ترقی کا محور مشرق کی بجائے مغرب ہو گا۔ کچھ لوگ اسے حقیقی معنوں میں لیتے ہیں۔ لیکن حقیقی معنوں میں لینے سے قیامت کا حتمی علم ہو جائے گا جبکہ قرآن میں آتا ہے کہ وہ اچانک آئے گی۔

۱۰۔ دریائے فرات سے سونے کا نکلنا اور اس پر لوگوں کا قتل (مسلم): اس سے مراد تیل کا نکلنا لیا جاتا ہے یعنی یہاں سونے سے مراد پٹرول ہے۔ اور قتل عام سے مراد عراق میں قتل و غارت گری ہے۔

۱۱۔ دجال مسیح یعنی جھوٹے دجال کا ظاہر ہونا: اسے کچھ علما ایک فرد یا شخص کے طور پر لیتے ہیں جبکہ کچھ تمثیل کے طور پر لیتے ہیں۔ دجال کا مطلب ہے دھوکا دینے والا۔ یہ ایک دھوکا دینے والی فکر کا نام ہے جس فکر کی اساس مادہ پرستانہ سوچ ہے۔ اس فکر کی ایک آنکھ یعنی آخرت کی آنکھ اندھی ہے۔ اس کی جنت اصل میں جہنم اور اس کی جہنم اصل میں جنت ہے۔ وغیرہ

۱۲۔ اصلی مسیح کا نزول اور مہدی کا ظہور: روایتی علما ان دونوں کے نزول و ظہور کو حقیقی معنوں میں لیتے ہیں۔ مجازی گروہ کے اکثر علما حضرت مسیح و مہدی علیہما السلام کو شخصی طور پر ہی لیتے ہیں اور یہ مانتے ہیں کہ یہ الگ الگ شخصیات ہیں۔ مولانا وحید الدین خان ان دونوں کو ایک ہی شخصیت کے طور پر لیتے ہیں لیکن اس سے مراد ان کے نزدیک ایک صالح حکمران ہے نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ جبکہ مجازی گروہ کے کچھ لوگ جو ان شخصیات کو تمثیلی طور پر لیتے ہیں۔ اس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

اوپر کی مثالوں سے مجازی گروہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ قیامت کی نشانیاں مجازی ہیں یا غیر متعین ہیں اور یہی ہی ان کی اصل خصوصیت ہے۔

47. آپ نے اس تیسرے مکتبہ فکر یعنی مجازی گروہ کا ایک اہم اصول بیان کیا کہ نزول مسیح کی روایات قرب قیامت کی خبر یا پیشن گوئی ہے۔ اس کے نزدیک نزول مسیح کی روایات کی کیا حیثیت ہے؟

تیسرے مکتبہ فکر کی اس بارے میں دو آراء ہیں۔ ایک رائے تو یہ ہے کہ حضرت مسیح، مہدی اور رجل مومن جو احادیث میں بیان ہوئے ہیں وہ ایک شخصیت ہیں۔ اس پر مولانا وحید الدین خان لکھتے ہیں:

" حدیث کی کتابوں میں قیامت سے پہلے ظاہر ہونے والے شخص کے لیے تین الفاظ استعمال کئے گئے ہیں رجل مومن، مہدی اور مسیح۔ لیکن غور طلب بات ہے کہ تینوں کا رول ایک ہی بتایا گیا ہے یعنی دجال کو قتل کرنا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تینوں ایک ہی شخصیت ہیں ورنہ حدیث میں ان کے الگ الگ رول بیان کئے جاتے۔

۔۔۔دجال کے قتل سے مراد ہے استدلالی قتل نہ کہ جسمانی قتل۔ صحیح مسلم میں اس سلسلے میں جو لفظ آیا ہے وہ حجیج کا ہے یعنی حجت اور دلیل کے ذریعے غالب آنے والا۔(الرسالہ جولائی ۲۰۱۰۔صفحہ ۱۴)

اس پر یہ مولانا وحید الدین خان بیان کرتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام یا مہدی یا رجل مومن ایک ہی کردار کے تین نام ہیں۔ یہ ممکنہ طور پر امت مسلمہ ہی میں سے ہوگا اور اس شخص کو یہ نہیں بتایا جائے گا کہ یہ وہی شخص ہے۔ کیونکہ اگر اسے یہ بتادیا جائے کہ یہ وہی شخص ہے تو پھر بتانے کے لیے وحی آنا لازم ہے جو ممکن نہیں۔ نیز اگر اسے اس کی حیثیت کے بارے میں بتادیا جائے تو اس پر لازم ہو جائے گا کہ باقی لوگوں کو اپنی حیثیت سے آگاہ کرے اور انہیں اپنا ساتھ دینے کا کہے۔ اگر کوئی ان کا ساتھ نہ دے تو وہ غیر ناجی بن جائے گا۔ یہ بالکل وہی معاملہ ہو جائے گا جو پیغمبر کے مخاطبین کے ساتھ ہو جاتا ہے۔

تو یہاں مسیح کے نزول سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول نہیں بلکہ ایک مجدد کا آنا ہے جس کی پیشن گوئی احادیث میں کی گئی ہے۔ یہ مجدد امت مسلمہ ہی کا ایک فرد ہوگا، یہ شریعت کے مطابق عمل کرے گا، یہ دلیل کے ذریعے دجالی تہذیب کا مقابلہ کرے گا وغیرہ۔

48. مولانا وحید الدین کے مزید کیا دلائل ہیں؟

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام علیہ السلام اتریں گے تم ہی میں سے تمہارے امام بنیں گے ایک دوسری سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تمہارا امام تم ہی میں سے بنے گا ابن ابی ذئب نے کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا اس کا کیا مطلب ہے میں نے عرض کیا کہ مجھے بتایئے، آپ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمہارے رب کی کتاب اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ تمہاری امامت کریں گے (وہ اس کے مطابق فیصلے کریں گے)۔(صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 394)

اس سے مولانا وحید الدین خان مراد لیتے ہیں کہ یہاں صاف لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تم ہی میں سے امام ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل نہیں ہوں گے بلکہ وہ امت مسلمہ ہی کے ایک فرد کے طور پر ہوں گے اور ان کا کام دجالی فتنہ کا قلع قمع کرنا ہوگا۔

49. مولانا وحید الدین خان صاحب کی تعبیر پر کیا اعتراض وارد ہوتا ہے؟

ان کی تعبیر پر ایک اعتراض تو یہ وارد ہوتا ہے کہ یہ دونوں شخصیات یعنی مہدی اور مسیح کو ایک ہی مان رہے ہیں جبکہ حدیث میں بیان ہوتا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اقتدا میں لڑیں گے۔ تو حدیث ان دو شخصیات کو ایک ہی بنا کر نہیں بلکہ الگ الگ حیثیت میں پیش کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ مولانا وحید الدین خان صاحب احادیث میں بیان کردہ حضرت مہدی، رجل مومن اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الگ الگ شخصیات کو ایک ہی ماننے کی کوئی دلیل پیش نہیں کرتے یا وہ ان روایات کی کوئی توجیہہ نہیں کرتے۔ ان پر تنقید کے لئے ایک پوری کتاب ڈاکٹر حافظ محمد زبیر کی موجود ہے جس کا نام ہے " مولانا وحید الدین خان کے افکار و نظریات"۔

50. کیا مولانا وحید الدین خان کی اس فکر کے علاوہ کوئی اور نقطہ نظر بھی ہے؟

جی ہاں، ایک اور رائے موجود ہے۔ اس کے تحت اگر دجال کسی فکر، تہذیب، سوچ یا فلسفے کا نام ہے تو مسیح بھی اسی طرح کی کوئی سوچ، فکر یا فلسفہ ہی ہو سکتا ہے۔ یعنی اگر دجال ایک شخص اور انسان ہے تو مسیح بھی انسان ہونا چاہیے لیکن اگر دجال ایک غیر شخص ہے تو مسیح بھی غیر شخص ہونا چاہیے۔

ایک اور گروہ کا نقطہ نظر تھوڑا مختلف ہے وہ یہ کہ نزدیک نزول مسیح بھی قیامت کی پیشن گوئی ہے۔ اسے دیگر پیشن گوئیوں کی طرح تمثیلی انداز میں لینا چاہیے۔ اس اصول کے تحت نزول مسیح کی تمام روایات کو ایک تمثیلی تناظر میں دیکھنا چاہیے۔

51. نزول مسیح کے واقعے کو تمثیلی یا مجازی انداز میں دیکھنے کی کوئی دلیل حدیث میں موجود ہے؟

جی اس پر اس نقطہ نظر کے حاملین ایک اہم روایت بیان کرتے ہیں جو یہ ہے:

> احمد بن مکی ابراہیم بن سعد زہری سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ واللہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیسیٰ علیہ السلام کو سرخ رنگ کا نہیں کہا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ ایک دن میں خواب میں کعبہ کا طواف کر رہا تھا تو دیکھا کہ ایک گندمی رنگ کا سیدھے بالوں والا آدمی دو آدمیوں کے درمیان چل رہا ہے اپنے سر سے پانی نچوڑ رہا تھا یا اپنے سر سے پانی بہا رہا تھا میں نے کہا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ ابن مریم ہیں میں ادھر ادھر دیکھنے لگا تو دیکھتا ہوں کہ سرخ رنگ کا ایک فربہ آدمی پیچیدہ بالوں والا داہنی آنکھ سے کانا

اس کی آنکھ پھولے انگور کی طرح تھی موجود ہے میں نے کہا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ دجال ہے اور اس سے سب سے زیادہ مشابہ ابن قطن ہے زہری نے کہا ابن قطن قبیلہ خزاعہ کا ایک آدمی تھا جو زمانہ جاہلیت میں مر گیا تھا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 701)

یہ حدیث تقریباً تمام ہی احادیث کی کتب میں بیان ہوئی ہے حتیٰ کے موطا میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ اس حدیث کے تمام طروق میں یہ بات مشترک ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا۔ اس خواب میں آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اس کے ساتھ ہی دجال دکھایا گیا۔ اس گروہ کے نزدیک تمام احادیث جو نزول مسیح کو بیان کر رہی ہیں انہیں اس حدیث کی روشنی میں دیکھنا چاہیے کہ یہ ایک خواب ہے جو نبی کریم ﷺ بیان کر رہے ہیں۔ چونکہ خواب میں بیان کی گئی باتیں تمثیلی ہوتی ہیں اور ان کی تعبیر وہ نہیں ہوتی جو نظر آتی ہے اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی ایک تمثیل ہے۔

مثال کے طور پر حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ گیارہ ستارے اور ایک چاند و سورج ان کو سجدہ کر رہے ہیں تو اس سے مراد حقیقی چاند ستارے اور سورج نہ تھے بلکہ اس سے مراد ان کے گیارہ بھائی، والد اور والدہ تھے جنہوں نے ایک بادشاہ کے طور پر انہیں تسلیم کرتے ہوئے سجدہ کیا۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملے کو بھی خواب کے طور پر ہی لینا چاہیے۔

52. نزول مسیح کی روایات میں بنیادی حیثیت خواب والی روایت ہی کو حاصل ہے۔ اس کی مزید کیا دلیل ہے؟

یہ گروہ اس کی دلیل یہ دیتا ہے:

۱۔ خواب والی روایت میں مسیح اور دجال کو جو حلیہ بیان ہوا ہے وہ یہ ہے:

میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو کہا گیا کہ مسیح بن مریم ہیں، پھر میں نے ایک آدمی کو دیکھا جس کے بال گنگھریالے تھے اور دائیں آنکھ کانی تھی اور انگور کی طرح بے نور تھی، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا گیا کہ مسیح دجال ہے۔

کم و بیش یہی حلیہ باقی روایات میں بھی آیا ہے۔

۲۔ خواب والی روایت میں بیان ہوتا ہے

"ان بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے"

جبکہ دیگر روایت میں بیان ہوا ہے

"وہ اتریں گے جب وہ اپنے سر کو جھکائیں گے تو اس سے قطرے گریں گے اور جب اپنے سر کو اٹھائیں گے تو اس سے سفید موتیوں کی طرح قطرے ٹپکیں گے۔"

۳۔ خواب والی روایت میں بیان ہوتا ہے:

اور دو آدمیوں کے سہارے یا آدمیوں کے کاندھے کے سہارے خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو کہا گیا کہ مسیح بن مریم۔

دیگر روایات میں یہ آتا ہے:

دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔

۴۔ خواب والی روایت میں بیان ہوتا ہے:

دو آدمیوں کے سہارے یا آدمیوں کے کاندھے کے سہارے خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو کہا گیا کہ مسیح بن مریم۔

دیگر روایات میں بیان ہوتا ہے:

وہ دمشق کے مشرق میں سفید منارے کے پاس زرد رنگ کے حلے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔

اس گروہ کے نزدیک ان تمام باتوں کو دیکھتے ہوئے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ دیگر روایات دراصل خواب والی روایت ہی سے نکلی ہیں لیکن دیگر وجوہات کی بنا پر خواب کا ذکر نہیں ہوا اور اس خواب نے حقیقت کا روپ دھار لیا۔ وہ خواب جو تعبیر کا محتاج تھا اس درجہ پر فائز ہو گیا کہ حقیقت کی تعبیر اس کے ذریعے کی جانے لگی۔

53. کیا اس بات کی تائید دیگر احادیث سے بھی ہوتی ہے کہ نزول مسیح کے معاملے کو ایک تمثیل کے طور پر ہی لینا چاہیے؟

جی اس پر یہ گروہ بیان کرتا ہے کہ نزول مسیح کی روایات میں اکثر باتیں تمثیلی ہی ہیں۔ جیسے یہ ایک روایت موجود ہے:

> ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم ضرور اتریں گے وہ انصاف کرنے والے حاکم ہوں گے وہ صلیب توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ موقوف کریں گے اور جوان اونٹیاں چھوڑیں گے مگر ان پر کوئی متوجہ نہیں ہو گا یعنی ان سے بار برداری کے لیے کام نہیں لے گا لوگوں کے دلوں سے کینہ بغض اور حسد ختم ہو جائے گا اور وہ لوگوں کو مال کی طرف بلائیں گے مگر کوئی بھی مال قبول نہیں کرے گا۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 391)

اس روایت میں اس گروہ کے نزدیک بہت سی باتیں تمثیلی بیان ہوئی ہیں اور انہیں حقیقی معنوں میں لینا ممکن ہی نہیں۔ جیسے صلیب توڑنا ایک تمثیلی بیان ہے جس کا مطلب غالبا عیسائیت کا خاتمہ ہے، خنزیر کو قتل کرنا فحاشی کے خاتمہ کی علامت ہے، جزیہ ختم ہو جانا مال کی فراوانی کو ظاہر کرتا ہے وغیرہ۔ اگر انہیں مجازی اسلوب میں نہ لیا جائے تو شریعت کی صریح خلاف ورزی شمار ہو گی کیونکہ جزیہ ختم کرنا، خنزیر کا قتل عام اور صلیب توڑنا وہ اعمال ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اور خلاف سنت ہیں بلکہ قرآن کے حکم میں اضافہ وبدعت قرار دیے جاسکتے ہیں۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک امتی کے طور پر آئیں گے اس لیے وہ شریعت کو من عن ماننے پر مجبور ہوں گے اور وہ اپنی جانب سے کوئی کمی یا بیشی نہیں کر سکتے۔

ایک اور حدیث ہے:

> حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ رومی اعماق یا دابق میں اتریں ان کی طرف ان سے لڑنے کے لئے ایک لشکر مدینہ روانہ ہو گا اور وہ ان دنوں زمین والوں میں سے نیک لوگ ہوں گے جب وہ صف بندی کریں گے تو رومی کہیں گے کہ تم ہمارے اور ان کے درمیان دخل اندازی نہ کرو جنہوں نے ہم میں سے کچھ لوگوں کو قیدی بنالیا ہے ہم ان سے لڑیں گے مسلمان کہیں گے نہیں اللہ کی قسم ہم اپنے بھائیوں کو تنہا نہ چھوڑیں گے کہ تم ان سے لڑتے

رہو بالآخر وہ ان سے لڑائی کریں گے بالآخر ایک تہائی مسلمان بھاگ جائیں گے جن کی اللہ کبھی بھی توبہ قبول نہ کرے گا اور ایک تہائی قتل کئے جائیں گے جو اللہ کے نزدیک افضل الشہداء ہوں گے اور تہائی فتح حاصل کر لیں گے انہیں کبھی آزمائش میں نہ ڈالا جائے گا پس وہ قسطنطنیہ کو فتح کریں گے جس وقت وہ آپس میں مال غنیمت میں سے تقسیم کر رہے ہوں اور ان کی تلواریں زیتون کے درختوں کے ساتھ لٹکی ہوئی ہوں گی تو اچانک شیطان چیخ کر کہے گا تحقیق مسیح دجال تمہارے بال بچوں تک پہنچ چکا ہے وہ وہاں سے نکل کھڑے ہوں گے لیکن یہ خبر باطل ہو گی جب وہ شام پہنچیں گے تو اس وقت دجال نکلے گا اسی دوران کہ وہ جہاد کے لئے تیاری کر رہے ہوں گے اور صفوں کو سیدھا کر رہے ہوں گے کہ نماز کے لئے اقامت کہی جائے گی اور عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے اور مسلمانوں کی نماز کی امامت کریں گے پس جب اللہ کا دشمن انہیں دیکھے گا تو وہ اس طرح پگھل جائے گا جس طرح پانی میں نمک پگھل جاتا ہے اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام اسے چھوڑ دیں گے تب بھی وہ پگھل جائے گا یہاں تک کہ ہلاک ہو جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ اسے عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں سے قتل کرائیں گے پھر وہ لوگوں کو اس کا خون اپنے نیزے پر دکھائیں گے۔(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2777)

۱۔ اس روایت میں ہے کہ رومی اعماق یا دابق میں اتریں گے۔ مجازیین کے مطابق رومی سلطنت تو ختم ہو گئی۔ یہ اُس علاقے کے لوگ تھے جنہیں آج ترکی میں شامل سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ یہاں اگر رومی سے مراد حقیقی مفہوم لیا جائے تو یہ بات غلط ثابت ہوتی ہے کیونکہ رومیوں کا وجود مٹ چکا۔ اور اگر رومی کو ماننا ہے تو اسے مجازی مفہوم میں لینا ہو گا یعنی یہ وہ رومی نہیں ہوں گے جو نبی کریم ﷺ کے دور میں رومی کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔

۲۔ ایک اور بات ناقدین بیان کرتے ہیں کہ روایت میں تلواروں اور نیزوں کا ذکر ہے جو اب ماڈرن دور میں ختم ہو چکے اور ان کی جگہ جدید اسلحے نے لے لی ہے۔ اگر یہ جنگ آج کے دور میں لڑی جائے گی تو ان ہتھیاروں کو مجازی مفہوم ہی میں لیا جا سکتا ہے حقیقی نہیں۔

54. اس گروہ کے نزدیک درج ذیل حدیث میں کون سی باتیں مجازی یا تمثیلی ہیں؟

حضرت نواس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سمعان سے روایت ہے کہ ایک صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نے کبھی تحقیر کی (یعنی گھٹایا) اور کبھی بڑا کر کے بیان فرمایا یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے ایک جھنڈ میں ہے پس جب ہم شام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر

ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس بارے میں معلوم کر لیا تو فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح دجال کا ذکر کیا اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تحقیر کی اور کبھی اس فتنہ کو بڑا کر کے بیان کیا یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے ایک جھنڈ میں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے بارے میں دجال کے علاوہ دوسرے فتنوں کا زیادہ خوف کرتا ہوں اگر وہ میری موجودگی میں ظاہر ہو گیا تو تمہارے بجائے میں اس کا مقابلہ کروں گا اور اگر میری غیر موجودگی میں ظاہر ہوا تو ہر شخص خود اس سے مقابلہ کرنے والا ہو گا اور اللہ ہر مسلمان پر میرا خلیفہ اور نگہبان ہو گا بے شک دجال نوجوان گھنگریالے بالوں والا اور پھولی ہوئی آنکھ والا ہو گا گویا کہ میں اسے عبدالعزی بن قطن کے ساتھ تشبیہ دیتا ہوں پس تم میں سے جو کوئی اسے پالے تو چاہیے کہ اس پر سورۃ الکہف کی ابتدائی آیات کی تلاوت کرے بے شک اس کا خروج شام اور عراق کے درمیان سے ہو گا پھر وہ اپنے دائیں اور بائیں جانب فساد برپا کرے گا اے اللہ کے بندو ثابت قدم رہنا ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ وہ زمین میں کتنا عرصہ رہے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چالیس دن اور ایک دن سال کے برابر اور ایک دن مہینہ کے برابر اور ایک دن ہفتہ کے برابر ہو گا اور باقی ایام تمہارے عام دنوں کے برابر ہوں گے ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ وہ دن جو سال کے برابر ہو گا کیا اس میں ہمارے لئے ایک دن کی نمازیں پڑھنا کافی ہوں گیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ تم ایک سال کی نمازوں کا اندازہ کر لینا ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ اس کی زمین میں چلنے کی تیزی کیا ہو گی آپ ﷺ نے فرمایا اس بادل کی طرح جسے پیچھے سے ہوا دھکیل رہی ہو پس وہ ایک قوم کے پاس آئے گا اور انہیں دعوت دے گا تو وہ اس پر ایمان لے آئیں گے اور اس کی دعوت قبول کر لیں گے پھر وہ آسمان کو حکم دے گا تو وہ بارش برسائے گا اور زمین سبزہ اگائے گی اور اسے چرنے والے جانور شام کے وقت آئیں گے تو ان کے کوہان پہلے سے لمبے تھن بڑے اور کوکھیں تنی ہوئی ہوں گی پھر وہ ایک اور قوم کے پاس جائے گا اور انہیں دعوت دے گا وہ اس کے قول کو رد کر دیں گے تو وہ اس سے واپس لوٹ آئے گا پس وہ قحط زدہ ہو جائیں گے کہ ان کے پاس دن کے مالوں میں سے کچھ بھی نہ رہے گا اور اسے کہے گا کہ اپنے خزانے کو نکال دے تو زمین کے خزانے اس کے پاس آئیں گے۔ جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سرداروں کے پاس آتی ہیں، پھر وہ ایک کڑیل اور کامل الشباب آدمی کو بلائے گا اور اسے تلوار مار کر اس کے دو ٹکڑے کر دے گا اور دونوں ٹکڑوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے ایک تیر کی مسافت پر رکھ دے گا، پھر وہ اس (مردہ)

کو آواز دے گا تو وہ زندہ ہو کر چمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ ہنستا ہوا آئے گا۔ دجال کے اسی افعال کے دوران اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام بن مریم علیہا السلام کو بھیجے گا، وہ دمشق کے مشرق میں سفید منارے کے پاس زرد رنگ کے حلے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے جب وہ اپنے سر کو جھکائیں گے تو اس سے قطرے گریں گے اور جب اپنے سر کو اٹھائیں گے تو اس سے سفید موتیوں کی طرح قطرے ٹپکیں گے اور جو کافر بھی ان کی خوشبو سونگھے گا وہ مرے بغیر رہ نہ سکے گا اور ان کی خوشبو وہاں تک پہنچے گی جہاں تک ان کی نظر جائے گی۔ پس حضرت مسیح علیہ السلام (دجال کو) طلب کریں گے، اسے باب لد پر پائیں گے تو اسے قتل کر دیں گے، پھر عیسیٰ علیہ السلام بن مریم علیہا السلام کے پاس وہ قوم آئے گی جسے اللہ نے دجال سے محفوظ رکھا تھا، پس عیسی علیہ السلام ان کے چہروں کو صاف کریں گے اور انہیں جنت میں ملنے والے ان کے درجات بتائیں گے۔ پس اسی دوران حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ رب العزت وحی نازل فرمائیں گے کہ تحقیق میں نے اپنے ایسے بندوں کو نکالا ہے کہ کسی کو ان کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہیں۔ پس آپ میرے بندوں کو حفاظت کے لیے طور کی طرف لے جائیں اور اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر اونچائی سے نکل پڑیں گے، ان کی اگلی جماعتیں بحیرہ طبری پر سے گزریں گی اور اس کا سارا پانی پی جائیں گے اور ان کی آخری جماعتیں گزریں گی تو کہیں گی کہ اس جگہ کسی وقت پانی موجود تھا اور اللہ کے نبی عیسی علیہ السلام اور ان کے ساتھ محصور ہو جائیں گے، یہاں تک کہ ان میں کسی ایک کے لیے بیل کی سری بھی تم میں سے کسی ایک کے لیے آج کل کے سو دینار سے افضل و بہتر ہو گی۔ پھر اللہ کے نبی عیسی علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا، وہ ایک جان کی موت کی طرح سب کے سب یک لخت مر جائیں گے، پھر اللہ کے نبی عیسی علیہ السلام اور ان کے ساتھی زمین کی طرف اتریں گے تو زمین میں ایک بالشت کی جگہ بھی یاجوج ماجوج کی علامات اور بدبو سے انہیں خالی نہ ملے گی۔ پھر اللہ کے نبی عیسی علیہ السلام اور ان کے ساتھی دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی گردنوں کے برابر پرندے بھیجیں گے جو انہیں اٹھا کر لے جائیں گے اور جہاں اللہ چاہے وہ انہیں پھینک دیں گے پھر اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا جس سے ہر مکان خواہ وہ مٹی کا ہو یا بالوں کا آئینہ کی طرح صاف ہو جائے گا اور زمین مثل باغ یا حوض کے دھل جائے گی۔ پھر زمین سے کہا جائے گا: اپنے پھل کو اگا دے اور اپنی برکت کو لوٹا دے، پس ان دنوں ایسی برکت ہو گی کہ ایک انار کو ایک پوری جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے میں سایہ حاصل کرے گی اور دودھ میں اتنی برکت دے دی جائے گی کہ ایک دودھ

دینے والی گائے قبیلہ کے لوگوں کے لیے کافی ہو جائے گی اور ایک دودھ دینے والی اونٹنی ایک بڑی جماعت کے لیے کافی ہوگی اور ایک دودھ دینے والی بکری پوری گھرانے کے لیے کفایت کر جائے گی، اسی دوران اللہ تعالی ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو لوگوں کی بغلوں کے نیچے تک پہنچ جائے گی، پھر ہر مسلمان اور ہر مومن کی روح قبض کر لی جائے گی اور بد لوگ ہی باقی رہ جائیں گے، جو گدھوں کی طرح کھلے بندوں جماع کریں گے، پس انہیں پر قیامت قائم ہوگی۔(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2872)

یہ گروہ کہتا ہے ہیں اس پوری روایت کو پڑھیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ نبی کریم ایک تسلسل کے ساتھ واقعات بیان کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے یہ واقعات آپ پر وحی کئے گئے ہوں گے اور اس کی صورت ایک خواب کی بھی ہو سکتی ہے اس کی دلیل اس کا مجازی بیان ہے۔ موطا میں یہی بیان حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دجال کے حوالے سے موجود ہے جس میں واضح طور پر لکھا ہے کہ یہ خواب ہے۔ چنانچہ اس روایت میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جنہیں مجازی معنوں ہی میں لیا جا سکتا ہے ورنہ تضادات کا سامنا ہو سکتا ہے۔ یہ مجازی اسلوب درج ذیل باتوں سے نمایاں ہے جس کی تفصیل یہ ہے:

ا۔ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح دجال کا ذکر کیا اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تحقیر کی اور کبھی اس فتنہ کو بڑا کر کے بیان کیا یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے ایک جھنڈ میں ہے۔

یہ گروہ بیان کرتا ہے کہ یہاں واضح طور پر لکھا ہے کہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتنہ کو بڑا کر کے بیان کیا اور کبھی کم کر کے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مرتبہ بیان کیا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ بھی لیا جا سکتا ہے کہ کبھی آپ نے خواب کے پس منظر کا ذکر کیا اور کبھی نہیں کیا یا کچھ راویوں نے اسے خواب کے پس منظر میں بیان نہیں کیا۔ نیز صحابہ کا یہ گمان کرنا کہ وہ کھجوروں کے ایک جھنڈ میں ہے اس بات کی جانب اشارہ کر رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین بات نہیں بتائی بلکہ مجازی اسلوب میں بات بیان کی۔

۲۔ اسی حدیث میں ہے:

اگر وہ (دجال) میری موجودگی میں ظاہر ہو گیا تو تمہارے بجائے میں اس کا مقابلہ کروں گا اور اگر میری غیر موجودگی میں ظاہر ہوا تو ہر شخص خود اس سے مقابلہ کرنے والا ہو گا اور اللہ ہر مسلمان پر میرا خلیفہ اور نگہبان ہو گا۔

اس گروہ کے نزدیک یہاں آپ ﷺ نے یہ بیان کر دیا کہ " اگر وہ میری موجودگی میں ظاہر ہو گیا تو میں مقابلہ کروں گا" اس سے پتا چلتا ہے کہ یہ ایک فتنہ ہے کوئی حقیقی شخص نہیں۔ نیز اگر یہ حتمی بات ہوتی تو نبی کریم ﷺ صرف یہی کہتے کہ دجال تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت نازل ہو گا اور وہی اس کا مقابلہ کریں گے۔ لیکن آپ ﷺ نے کہا کہ میری موجودگی میں کروں گا مقابلہ اور میرے بعد ہر شخص اس کا مقابلہ کرنے والا ہو گا۔ یہاں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ایک مجازی اسلوب ہے۔

۳۔ آگے بیان ہوتا ہے:

میں اسے عبدالعزی بن قطن کے ساتھ تشبیہ دیتا ہوں۔

اس گروہ کے نزدیک یہ بھی مجازی اسلوب ہے یعنی کسی شخصیت سے مماثلت بیان کرنا اس بات کی علامت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دجال عبدالعزی بن قطن نامی کافر کی شکل میں دکھایا گیا جس سے علم ہوتا ہے کہ یہ یا تو خواب تھا یا تمثیلی مشاہدہ تھا۔

۴۔ اس گروہ کے نزدیک اس روایت کے آگے کے اسالیب بھی مجازی ہیں:

- اور ایک دن سال کے برابر اور ایک دن مہینہ کے برابر اور ایک دن ہفتہ کے برابر ہو گا
- ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ اس کی زمین میں چلنے کی تیزی کیا ہو گی آپ ﷺ نے فرمایا اس بادل کی طرح جسے پیچھے سے ہوا دھکیل رہی ہو
- پھر وہ آسمان کو حکم دے گا تو وہ بارش برسائے گا اور زمین سبزہ اگائے گی اور اسے چرنے والے جانور شام کے وقت آئیں گے تو ان کے کوہان پہلے سے لمبے تھن بڑے اور کوکھیں تنی ہوئی ہوں گی پھر وہ ایک اور قوم کے پاس جائے گا اور انہیں دعوت دے گا وہ اس کے قول کو رد کر دیں گے تو وہ اس سے واپس لوٹ آئے گا پس وہ قحط زدہ ہو جائیں گے۔
- اپنے خزانے کو نکال دے تو زمین کے خزانے اس کے پاس آئیں گے۔

- پھر وہ ایک کڑیل اور کامل الشباب آدمی کو بلائے گا اور اسے تلوار مار کر اس کے دو ٹکڑے کر دے گا اور دونوں ٹکڑوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے ایک تیر کی مسافت پر رکھ دے گا، پھر وہ اس (مردہ) کو آواز دے گا تو وہ زندہ ہو کر چمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ ہنستا ہوا آئے گا۔
- اللہ تعالی عیسیٰ علیہ السلام بن مریم علیہما السلام کو بھیجے گا، وہ دمشق کے مشرق میں سفید منارے کے پاس زرد رنگ کے حلے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔
- اللہ تعالی یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر اونچائی سے نکل پڑیں گے، ان کی اگلی جماعتیں بحیرہ طبری پر سے گزریں گی اور اس کا سارا پانی پی جائیں گے اور ان کی آخری جماعتیں گزریں گی تو کہیں گی کہ اس جگہ کسی وقت پانی موجود تھا اور اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھ محصور ہو جائیں گے
- پھر اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالی یاجوج ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا، وہ ایک جان کی موت کی طرح سب کے سب یک لخت مر جائیں گے
- پھر اللہ تعالی بارش بھیجے گا جس سے ہر مکان خواہ وہ مٹی کا ہو یا بالوں کا آئینہ کی طرح صاف ہو جائے گا اور زمین مثل باغ یا حوض کے دھل جائے گی۔
- ایک اور حدیث میں یہی تمثیلی بیان موجود ہے:

عیسیٰ علیہ السلام بن مریم نازل ہوں گے اور مسلمانوں کی نماز کی امامت کریں گے پس جب اللہ کا دشمن انہیں دیکھے گا تو وہ اس طرح پگھل جائے گا جس طرح پانی میں نمک پگھل جاتا ہے اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام اسے چھوڑ دیں گے تب بھی وہ پگھل جائے گا یہاں تک کہ ہلاک ہو جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ اسے عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں سے قتل کرائیں گے پھر وہ لوگوں کو اس کا خون اپنے نیزے پر دکھائیں گے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2777)

- ایک اور حدیث میں یہی مجازی اسلوب اختیار کیا گیا ہے:

پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کو بھیجے گا **گویا کہ وہ عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔** (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2880)

دوسری جانب اس گروہ کے نزدیک اگر اس حدیث کو ظاہری معنوں میں لیا جائے تو درج ذیل اشکالات وارد ہوتے ہیں۔ جیسے اس حدیث میں بیان ہوتا ہے: (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2872)

پس اسی دوران حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ رب العزت وحی نازل فرمائیں گے۔

دوسرا معاملہ نبی ہونے کا ہے:

اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھ محصور ہو جائیں گے۔ کیونکہ عربی متن میں یہی لفظ ہے:

وَيُحْصَرُ نَبِيُّ اللَّهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ

یعنی یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھی آرہی ہے اور وہ نبی بھی ہیں تو یہ حقیقی معنوں میں ممکن نہیں اس سے ختم نبوت کے عقیدے پر براہ راست چوٹ لگتی ہے۔

اس گروہ کے نزدیک ان روایات میں ایک دن کا کئی سالوں پر محیط ہونا، زمین کا پھلنا پھولنا یا قحط زدہ ہو جانا، یاجوج ماجوج کا سارا پانی پی جانا، دجال اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حکمرانی وغیرہ سب ایک تمثیل ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب کی شکل میں یا تمثیلی انداز میں دکھائے گئے۔ ان واقعات کو من و عن لیناعقلاً اس گروہ کے نزدیک محال ہے۔

55. کیا دجال کا وجود بھی تمثیلی ہے؟

اس گروہ کے نزدیک دجال ایک صفت ہے جس کا مطلب ہے دھوکے باز۔ یہ ان معنوں میں کئی روایات میں بیان ہوا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا آخر زمانہ میں جھوٹے دجال لوگ ہوں گے تمہارے پاس ایسی احادیث لائیں گے جن کو نہ تم نے نہ تمہارے آباؤ اجداد نے سنا ہو گا تم ایسے لوگوں سے بچے رہنا مبادا وہ تمہیں گمراہ اور فتنہ میں مبتلا نہ کر دیں۔(صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 18)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی، یہاں تک کہ دو بڑے گروہ، آپس میں جنگ کریں گے اور ان کے درمیان زبردست خونریزی ہوگی، ان کا دعوی ایک ہوگا اور اس وقت تقریبا تیس دجال پیدا ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک دعوی کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور علم اٹھالیا جائے گا، زلزلوں کی کثرت ہوگی اور زمانہ ایک دوسرے سے قریب ہوگا اور ہرج یعنی قتل کی زیادتی ہوگی۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2035)

اس گروہ کے نزدیک اس حدیث میں تیس دجالوں کا ذکر ہے اور یہ قرب قیامت ہی کا واقعہ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ دجال کا مطلب کوئی خاص شخصیت نہیں بلکہ پرفریب شخصیات وافکار کا اظہار ہے۔

اس کے علاوہ مسلم کی احادیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر نبی نے اپنی اپنی امت کو کانے دجال سے ڈرایا ہے آگاہ رہو بے شک وہ کانا ہوگا اور بے شک تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے۔ اس (دجال) کی آنکھوں کے درمیان ک، ف، ر، لکھا ہوا ہوگا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2862)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دجال کی بائیں آنکھ کانی ہوگی گھنے بالوں والا ہوگا اور اس کے ساتھ جنت اور دوزخ ہوگی اور (درحقیقت) اس کی دوزخ جنت اور اس کی جنت جہنم ہے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2865)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خوب جانتا ہوں کہ دجال کے ساتھ کیا ہوگا اس کے ساتھ بہتی ہوئی نہریں ہوں گی ان میں سے ایک کا پانی دیکھنے میں سفید ہوگا اور دوسری دیکھنے میں بھڑکتی ہوئی آگ ہوگی پس اگر کوئی آدمی اس کو پالے تو اس نہر میں جائے جسے بھڑکتی ہوئی آگ تصور کرے اور آنکھ بند کرکے اپنے سر کو جھکائے پھر اس سے پیئے بے شک وہ ٹھنڈا پانی ہوگا اور بے شک دجال بالکل بند آنکھ والا ہوگا اس پر ایک موٹی پھلی ہوگی اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا اور ہر لکھنے والا اور جاہل مومن اسے پڑھے گا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2866)

قیس، مغیرہ بن شعبہ سے روایت کرتے ہیں کہ دجال کے متعلق جس قدر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کسی نے نہیں پوچھا، آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم کو اس سے کیا نقصان پہنچے گا؟ میں نے عرض کیا کہ اس لیے کہ لوگ کہتے ہیں کہ اس کے پاس روٹی کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہو گی، آپ ﷺ نے فرمایا وہ اللہ پر اسے یعنی اس بات سے کہ اس کو مومن کے گمراہ کرنے کا ذریعہ بنائے زیادہ آسان ہے۔(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2036)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے دجال کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اس کے پاس آگ اور پانی ہو گا، (اور درحقیقت) اس کی آگ ٹھنڈا پانی ہے اور اس کا پانی آگ ہے، ابو مسعود نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2043)

آپ ﷺ نے فرمایا میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم قبروں میں آزمائے جاؤ گے فتنہ دجال کی طرح (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 2091)

اس گروہ کے نزدیک "ک-ف-ر" یعنی کفر کا پیشانی کے درمیان لکھا ہونا ایک تمثیلی بیان ہے کیونکہ حقیقت میں ایسا ہو گا تو کون اس دھوکے باز سے دھوکا کھائے گا؟اسی طرح دجال کی جنت کا جہنم ہونا اور جہنم کا جنت ہونا، اس کی آگ کا ٹھنڈا پانی ہونا وغیرہ وہ باتیں ہیں جنہیں تشبیہ واستعارے کی زبان کہا جاتا ہے۔اس کی حقیقت اللہ تعالی ہی بہتر جانتے ہیں یا اس وقت جانی جاسکتی ہے جب یہ امور سامنے آئیں گے۔ ان روایات سے علم ہوتا ہے کہ دجال ایک فتنہ یعنی آزمائش کا نام ہے نا کہ کسی شخصیت کا۔

اس گروہ کے نزدیک آج بالعموم علما اور ماہرین دجال کے غیر شخصی تصور کو پیش کرتے ہیں۔ یعنی کوئی اسے مغربی تہذیب سے تشبیہ دیتا ہے تو کوئی اسے میڈیا سے تعبیر کرتا ہے تو کوئی اسے مغربی افکار کے طور پر پیش کرتا ہے۔

56. اگر مسیح اور دجال کی احادیث کو ظاہری معنوں میں لیا جائے تو کیا اشکالات وارد ہوتے ہیں؟

اس گروہ کے نزدیک یہ اشکالات وارد ہوتے ہیں:

ا۔ایک روایت میں ہے " ابن صیاد نے کہا وہ درخ ہے آپ ﷺ نے فرمایا تو ذلیل وخوار ہو تو اپنی حد سے آگے نہیں بڑھ سکتا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن اڑادوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ وہی دجال ہے تو تجھے اس پر قدرت نہ ہوگی اور اگر وہ نہیں ہے تو اس کے قتل کرنے میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1293)

ایک اور روایت میں ہے:

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے بارے میں دجال کے علاوہ دوسرے فتنوں کا زیادہ خوف کرتا ہوں اگر وہ میری موجودگی میں ظاہر ہو گیا تو تمہارے بجائے میں اس کا مقابلہ کروں گا اور اگر میری غیر موجودگی میں ظاہر ہوا تو ہر شخص خود اس سے مقابلہ کرنے والا ہوگا(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2872)

یہاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ " اگر یہ وہی دجال ہے"۔اس طرح یہ ماننا پڑے گا کہ دجال کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں نمودار ہونے کے امکانات بھی تھے اور آپ بھی اس کا قلع قمع کرسکتے تھے۔ یہ بات ان روایات کے خلاف ہے جس میں یہ بیان ہورہاہے کہ دجال کا قلع قمع مسیح کریں گے۔

اس گروہ کے مطابق ایک اور مسئلہ اس گروہ کے نزدیک حلیے کا ہے۔ایک روایت میں بیان ہوتا ہے:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام درمیانہ قد اور سرخ وسفید رنگ والے اور سیدھے بالوں والے تھے۔(صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 419)

دوسری روایت میں ہے:

کہ ایک گندمی رنگ کا سیدھے بالوں والا آدمی دو آدمیوں کے درمیان چل رہا ہے۔(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 701)

۳۔اس کے علاوہ بہت سی باتوں کی توجیہہ نہیں ہوپاتی جس کا ذکر اوپر صحیح مسلم کی حدیث میں کیا گیاہے۔

57. دجال ایک فکر ہے، اس پر تو کسی حد تک اتفاق ہو سکتا ہے لیکن مسیح ایک فکر یا سوچ ہے، یہ بات سمجھ سے باہر ہے جبکہ حضرت مسیح کا حلیہ تک بیان کر دیا گیا ہے احادیث میں؟

اس فکر کے قائلین کا کہنا ہے کہ اگر اس اصول کو مان لیا جائے کہ نزول مسیح و دجال کی تمام روایات ایک خواب یا تمثیلی بیان ہیں تو پھر حلیے کا بیان بھی تعبیر کا محتاج ہو گا۔ اکثر خوابوں میں جو باتیں دکھائی جاتی ہیں وہ حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہوتی ہیں اور ان کی تعبیر بظاہر نظر آنے والے معاملات سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ اس کی تصدیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی روایات سے بھی ہوتی ہے جن کی کچھ تفصیل ذیل میں موجود ہے۔

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لمبی قمیض کی تعبیر دین ہے۔(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 22)

۲۔ رطوبت کا ناخنوں سے نکلنا علم ہے۔(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 85)

۳۔ نبی کریم ﷺ کا اپنے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن دیکھنا دو جھوٹے نبیوں کا اظہار تھا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 871)۔

۴۔ خواب میں گایوں کا ذبح ہوتے دیکھنا احد میں مسلمانوں کی شہادت تھی۔(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1304)

ان تمام خوابوں اور دیگر خوابوں سے علم ہوتا ہے کہ جو بات خواب میں نظر آتی ہے وہ حقیقت میں نہیں ہوتی بلکہ تعبیر کی محتاج ہوتی ہے۔ اسی لئے نزول مسیح و دجال سے متعلق ساری روایات اسی خواب یا تمثیل کا بیان ہیں۔ جس میں دجال یعنی دھوکے باز گروہ کو دجال کی شکل میں دکھایا گیا ہے اور اس کا حلیہ بھی اسی جانب نشاندہی کر رہا ہے۔ دوسری جانب صحیح اسلامی فکر کو حضرت مسیح علیہالسلام کے روپ میں دکھایا گیا ہے اور ان کا حلیہ بھی اسی جانب نشاندہی کر رہا ہے۔

58. لیکن باقی احادیث میں تو کہیں اس قسم کا اشارہ نہیں ملتا کہ یہ حدیث ایک تمثیل ہے یا اسے مجازی مفہوم میں لینا چاہیے ؟ تو کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خواب میں دیکھا باقی احادیث پر اس کا اطلاق کرنا زیادتی نہیں ہو گی ؟

اس فکر کے نزدیک احادیث میں بعض اوقات بات تفصیل سے اور بسا اوقات اختصار سے بیان ہوتی ہے۔ جیسے اوپر والی حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دجال کا تفصیلی ذکر ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ بات بیان نہیں ہوئی کہ آپ صلیب توڑ دیں گے، خنزیر قتل کر دیں گے وغیرہ۔ یہ بات دوسری حدیث میں بیان ہوئی ہے جو مختصراً صرف یہی بات بیان کرتی ہے۔ بعض اوقات راوی سیاق وسباق بیان نہیں کرتا جس سے بڑی غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جیسے یہ حدیث پیش کی جاتی ہے:

> حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہم سے دجال کے متعلق ایک لمبی حدیث بیان کی اسی حدیث کے درمیان ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ وہ آئے گا لیکن مدینہ کی گھاٹیوں میں داخل ہونا اس پر حرام ہو گا وہ مدینہ کے قریب بعض بنجر زمینوں تک پہنچے گا پس ایک دن اس کی طرف ایک ایسا آدمی نکلے گا جو لوگوں میں سے سب سے افضل یا افضل لوگوں میں سے ہو گا وہ بزرگ اس سے کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہی دجال ہے جس کے بارے میں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بیان کی تھی تو دجال کہے گا اگر میں اس آدمی کو قتل کر دوں اور پھر اسے زندہ کروں تو تمہاری کیا رائے ہے پھر بھی تم میرے معاملہ میں شک کرو گے وہ کہیں گے نہیں تو وہ اسے قتل کرے گا پھر اسے زندہ کرے گا تو وہ آدمی کہے گا جب اسے زندہ کیا جائے گا اللہ کی قسم مجھے تیرے بارے میں اب جتنی بصیرت ہے اتنی پہلے نہ تھی پھر دجال اسے دوبارہ قتل کرنے کا ارادہ کرے گا لیکن اس پر قادر نہ ہو گا ابو اسحاق نے کہا، کہا جاتا ہے کہ وہ آدمی حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2874)

اس حدیث میں بات مختصر بیان ہو رہی ہے اور راوی نے خود ہی صرف کام کی باتوں کو بیان کیا ہے۔ تو اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دجال والی حدیث کئی راویوں سے مروی ہے۔ بعض نے اسے تفصیل سے اور بعض نے اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے اور جو بات تمثیلاً تھی وہ حقیقت کا روپ دھارتی چلی گئی۔

59. اگر ایسا ہے تو اس رجل مومن یا مجدد کو مسیح سے تعبیر کیوں کیا گیا ہے؟

اس فکر کے مطابق اس کی وجہ اس کے مشن کی حضرت مسیح کے مشن سے مماثلت ہے۔ یعنی جس طرح بنی اسرائیل پر حضرت مسیح نے اپنے معجزات کے علاوہ اپنی دلیلوں سے اتمام حجت کی تھی اسی طرح یہ مجدد بھی اپنے دلائل کے ذریعے یہی کام کرے گا۔ نیز دجال کا پورا نام بھی مسیح دجال ہے یعنی دھوکہ دینے والا مسیح، تو اس کے مقابلے میں اصل مسیحی فکر جو اسلامی فکر ہے اسے سامنے لایا گیا ہے۔ نیز حدیث میں آتا ہے کہ قیامت اس وقت قائم ہوگی جب نصاری کی دنیا میں اکثریت ہوگی تو ممکن ہے کہ مسیح دجال کا فتنہ نصاری یعنی عیسائیوں میں سے نکلے اور اس کا قلع قمع کرنے کے لیے اصلی مسیحی فکر یعنی اسلام کو بھیجا جائے۔

60. اس فکر پر معترضین کا کیا کہنا ہے؟

معترضین کا کہنا ہے کہ حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ ایک شخص ہوں گے، ان کی باقاعدہ شادی ہوگی تو کس طرح انہیں ایک فکر کے طور پر لیا جاسکتا ہے۔

نزول مسیح کے مسئلے پر اختلاف کی وجوہات

اس مسئلے سے کئی چیلنجز ہمارے سامنے آتے ہیں جن پر اسکالرز کو غور کرنا چاہیے اور اس پر سر جوڑ کر بیٹھنا چاہیے۔ یہ چیلنجز یوں تو ہر نزاعی مسئلے میں کسی نہ کسی حوالے سے موجود ہیں لیکن اس قضیے میں یہ بہت نمایاں ہیں۔

61. کیا اس مسئلے میں اختلاف کا سبب ریسرچ میتھڈالوجی (Research Methodology) کا فرق ہے؟

جی ہاں۔ اس مسئلے کا ایک اور اہم چیلنج ریسرچ میتھڈالوجی یا تحقیق کے طریقہ کار کا اختلاف ہے۔ اس بحث میں ایک طرف وہ ناقدین ہیں جو روایات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نسبت کرنے میں شکوک و شبہات رکھتے ہیں۔ دوسری جانب قائلین ہیں جو ان روایات کو من و عن لینے پر مصر ہیں۔ تیسرے وہ مجازی گروہ کے لوگ ہیں جو اس پورے معاملے کو تمثیلی انداز میں سمجھنا چاہتے ہیں۔

یہ تینوں گروہ الگ الگ تحقیق کے طریقے استعمال کر رہے ہیں اور اسی بنا پر اختلاف پیدا ہو رہا ہے۔ قائلین کے طرز استدلال کی بنیاد نقل یعنی روایات کو من عن ماننا، ان پر ایمان لانا اور انہیں دین کے لئے حجت سمجھنا ہے۔ چنانچہ وہ ان

روایات کی بنیاد پر قرآن سے دلائل تلاش کرتے ہیں۔ناقدین روایات سے پہلے قرآن کی جانب رجوع کرتے اور اس کے مطابق روایات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ان کا طرز استدلال عقل کی بنیاد پر ہے۔ قرآن سے براہ راست اشارات نہ ملنے کے بعد یہ روایات کو کوئی اہمیت دینے پر تیار نہیں ہوتے۔ مجازیین کا معاملہ بین بین ہے۔

نقل اور عقل کی بنیاد پر طرز استدلال میں تفریق امت میں ابتدا میں بھی رہی ہے اور یہ گروہ ماضی میں اشاعرہ اور معتزلہ کے نام سے جانے جاتے رہے ہیں۔ معتزلہ دین کی توجیہہ عقل کے ذریعے کرنا چاہتے تھے جبکہ اشاعرہ کا کہنا تھا کہ دین میں عقل کا کوئی بہت زیادہ حصہ نہیں۔ چونکہ معتزلہ نے کچھ بے تکے سوالات اور بحثوں کا سلسلہ شروع کردیا اس لئے انہیں بہت جلد شکست ہوگئی اور امت نے بحیثیت مجموعی اشاعرہ کے مذہب کو اپنالیا۔

کئی سو برس تک امت میں عقل کی بنیاد پر دین کے عقائد کی توجیہہ میں یہی دلیل پیش کی کہ چونکہ یہ اللہ کا حکم ہے اس لئے اسے ماننا لازمی ہے۔ اس حکم کی عقلی توجیہہ بیان کرنے کو ہمیشہ ثانوی حیثیت دی گئی۔ایسا نہ تھا کہ کہ عقل کو بالکل ہی ختم کردیا گیا۔ نہیں بلکہ عقل کو نقل کے تابع کرکے کام کیا گیا۔

یہی استدلال کا اختلاف نزول مسیح کے مسئلے پر بھی نمایاں ہوا۔ نقل کو ماننے والے علما کا استدلال یہ تھا کہ اگر ایک چیز صحیح روایات میں بیان ہوگئی ہے تو اب خواہ اس کی عقلی توجیہہ ہو یا نہ ہو اسے ماننا لازمی ہے۔ جبکہ عقل کو طرز استدلال بنانے والے اسکالرز کا کہنا تھا کہ اگر نزول مسیح کا معاملہ قرآن میں براہ راست بیان نہیں ہوا اور اس پر عقلی اعتراضات موجود ہیں تو روایات کے الفاظ کو من وعن نہیں لیا جاسکتا کیونکہ ان کے نزدیک یہ ایک ظنی علم ہے نہ کہ قطعی۔

اس بات سے قطع نظر کہ کس کا استدلال درست ہے، عقل اور نقل کا یہ تضاد آج امت مسلمہ کے لئے ایک چیلنج ہے۔ماضی میں تو عقلی استدلال اتنا اہم نہ تھا لیکن آج کے سائنسی دور میں نئی نسل محض اس بنیاد پر چیزوں کو نہیں مانتی کہ یہ فلاں روایت میں یہ بات بیان ہوئی ہے۔ آج تو لوگ خدا کے وجود پر شک کر رہے اور اسے عقلی بنیادوں پر سمجھنا چاہتے ہیں تو روایات کا معاملہ تو بہت دور ہے۔ نئی نسل ہر دینی عقیدے اور حکم کی عقلی توجیہہ چاہتی ہے۔ اس پر کام کرنا امت کے لئے ایک بڑا چیلنج ہے۔

62. دونوں گروہ یعنی قائلین اور ناقدین نزول مسیح کے مسئلے پر قرآن اور حدیث کو کیا برابر کی اہمیت دیتے ہیں؟

ایک اور اہم علمی مسئلہ قرآن اور حدیث کی برابری کا ہے۔ اس مسئلے میں قائلین کا کہنا یہ ہے کہ قرآن اور حدیث دونوں ہی وحی ہیں۔ قرآن وحی متلو یعنی تلاوت کی جانے والی وحی ہے جبکہ حدیث وحی غیر متلو یعنی تلاوت نہ کی جانے والی وحی ہے۔ البتہ دونوں وحی ہیں اور دونوں من جانب اللہ ہیں اور دونوں پر ایمان لانا لازمی ہے اور دونوں میں سے کسی کا انکار کفر ہے۔ نیز قائلین سنت کی بنیاد احادیث کو قرار دیتے ہیں۔ ان کے لحاظ سے اگر سند کے لحاظ سے صحیح احادیث پر شکوک شبہات کا اظہار کیا جائے تو سنت کو اخذ کرنا مشکل ہو جائے گا۔

دوسری جانب ناقدین کا طرز استدلال مختلف ہے۔ وہ قرآن اور حدیث میں فرق کرتے ہیں۔ وہ قرآن کو وحی کی حیثیت دیتے ہیں لیکن حدیث کو مطلقا وحی کی حیثیت نہیں دیتے۔ البتہ وہ یہ نہیں کہتے کہ یہ قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس کے باوجود ہم نہیں مان رہے۔ ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ حدیث جس زمانے میں لکھی گئی اس میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میں سو سے دوسو سالوں یا اس سے زیادہ کا فرق ہے۔ اس لئے ہم یہ بات نہیں یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا فرمان ہے۔ وہ قرآن کے علاوہ سنت کی بنیاد حدیث پر نہیں بلکہ عملی تواتر پر رکھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ دین احادیث کے مدون ہونے سے پہلے بھی مکمل تھا۔

اہل الحدیث اور اہل الرائے کا اختلاف امت میں آج کا نہیں بلکہ بہت قدیم ہے۔ اسی لئے امام ابو حنیفہ و امام مالک نے اپنے مسالک کی بنیاد حدیث پر نہیں بلکہ دیگر اصولوں پر رکھی۔ جبکہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے ہاں حدیث یا روایت ہی اصل مذہب کی بنیاد ہے۔ نیز امام بخاری و امام مسلم نے بھی حدیث ہی کی بنیاد پر اپنی رائے قائم کرنے کا اہتمام کیا۔

آج کے دور میں اہل حدیث مسالک کو بڑی ترویج ملی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ یقین تھا کہ ایک روایت میں جو بات بیان ہوئی ہے وہ واقعی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ جب بھی کوئی مسئلہ پیدا ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کردہ کوئی روایت پیش کر دی جاتی۔ اسی وجہ سے اہل الرائے یعنی احناف بھی بعد کے دور میں مجبور ہوگئے کہ اپنی رائے کی بنیاد پر حدیث کو پیش کریں۔

ناقدین کے نزدیک اہل حدیث مسلک دیکھنے میں تو بہت آسان ہے لیکن عملی طور پر بے حد مشکل۔ اس میں وہ کئی خلا بیان کرتے ہیں جنہیں اوپر بیان کر دیا گیا ہے۔ اب امت کے لئے ایک چیلنج یہ ہے کہ اس بارے میں درست طرز عمل اپنائے۔ ناقدین کہتے ہیں اگر حدیث اور قرآن میں کوئی فرق نہیں، اگر محدثین کی تحقیق بالکل ویسے ہی قابل اعتماد ہے جیسے قرآن کی تدوین، اگر راویوں کا بیان اتنا ہی محکم ہے جتنی قرآن کی آیات تو پھر حدیث کو ماننے میں کوئی حرج نہیں خواہ اس سے کتنے ہی عقلی اور قرآنی تضادات کا سامنا کرنا پڑے۔ اور اگر ایسا نہیں تو پھر نئے سرے سے تمام احادیث کا کیس ٹو کیس جائزہ لینا ہو گا اور ہر حدیث کو من و عن وحی کے طور پیش کرنے سے گریز کرنا ہو گا۔ قائلین اس کی مخالفت میں اپنے دلائل پیش کرتے ہیں جن کا اوپر بیان کیا جاچکا ہے۔

63. اس مسئلے میں دونوں گروہوں کے نزدیک اجماع کی کیا حیثیت ہے؟

ایک اور اختلافی مسئلہ جو پیش آیا ہے وہ اجماع کا مسئلہ ہے۔ قائلین یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ نزول مسیح کا معاملہ اجماعی ہے یعنی پوری امت نے اس بات کو مانا ہے۔ اور جب سب نے مانا ہے تو اس سے اختلاف تواتر کے خلاف ہے۔ ناقدین اجماع ہی کے مسئلے پر اختلاف کرتے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو کہتے ہیں اجماع دین کے احکامات کے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ نیز اجماع کا معلوم کرنے کا کوئی طریقہ نہیں کہ ہر دور میں لوگ نزول مسیح کے مسئلے کو مانتے رہے ہوں۔ اس کے علاوہ ناقدین کہتے ہیں کہ اجماع کا استعمال ہر مکتب فکر اپنے دفاع میں کرتا ہے۔ جیسے مقلدین یہ کہتے ہیں کہ تقلید پر امت کا اجماع ہے اس لئے اسے ماننا لازمی ہے۔ لیکن غیر مقلدین اس کا انکار کرتے ہیں۔

تو آج کے جدید دور میں یہ ایک چیلنج ہے کہ اجماع کی حیثیت کو واضح کیا جائے۔

64. اس مسئلے میں قرآن سے استنباط کرنے میں کیا اختلاف پایا جاتا ہے؟

اس معاملے میں ایک اور اہم پہلو سامنے آیا وہ یہ کہ قرآن سے کس طرح استنباط کیا جائے یعنی بات کس طرح سمجھی جائے؟ ایک ہی آیت سے مختلف گروہ اپنے اپنے مطلب کی بات ثابت کرتے ہیں۔ یہ بات عام طور پر مفسرین بیان کرتے ہیں کہ قرآن کی ایک آیت کے ایک سے زائد مفاہیم یا مطلب ہوسکتے ہیں۔ دوسری جانب اس نقطہ نظر کے ناقدین کہتے ہیں کہ ایک آیت کا ایک ہی مطلب ہوتا ہے ورنہ تو قرآن قطعی الدلالۃ نہیں رہتا۔ یہ بات بھی امت کے

لئے ایک چیلنج ہے کہ قرآن سے مفہوم اخذ کرنے کا کوئی یکساں معیار پر مبنی طریقہ کار وضع کیا جائے تاکہ کسی ایک متعین مفہوم کو اخذ کیا جائے۔

نزول مسیح کے مسئلے کا اخلاقی سبق

ہم صرف چند باتوں کی جانب اشارہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ پورا معاملہ ہی ایک آزمائش اور فتنہ ہے۔ اس آزمائش میں اصل اہمیت ہمارے اخلاقی رویے کی ہے کہ ہم تحقیق کرتے وقت، بات چیت میں، بحث کے دوران اور اختلاف رائے کے وقت کس طرز عمل کو اختیار کرتے ہیں۔ اس پورے معاملے میں جو آزمائشیں ہمیں درپیش ہیں وہ یہ ہیں۔

65. اس مسئلے میں نیت کے حوالے سے کیا آزمائش درپیش ہے؟

سب سے پہلے تو ہماری نیتوں کا امتحان ہے کہ ہم نے یہ نزول مسیح کا انکار، اقرار یا توجیہہ کس ارادے سے کی؟ کیا اس کا مقصد اپنی انا کی تسکین تھا، اپنے فرقے کی تائید تھا، اپنے نام کو اونچا کرنا تھا یا خدا کو راضی کرنا اور اپنے عجز کا اظہار کرنا اور حق کی تلاش تھا۔ اگر ہماری نیت میں کھوٹ ہے تو ہم حق پرستی کے نام پر خود کو دھوکا دے رہے ہیں۔ ہم خدا پرستی کے نام پر خود پرستی، فرقہ پرستی اور مفاد پرستی کے فریب میں مبتلا ہیں۔ اس طرح ہم مسیح الدجال یعنی دھوکے باز مسیح کے پیروکار ہیں نہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے۔ یوں تو یہ آیت یہود سے متعلق ہے لیکن دیکھیں کہیں یہ آیت ہم پر تو چسپاں نہیں ہوتی:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۡ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ اَفَكُلَّمَا جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۡ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ [87]

اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب دی۔ پھر اس کے بعد پے درپے رسول بھیجے اور عیسیٰ ابن مریم کو واضح معجزے عطا کئے اور روح القدس سے ان کی تائید کی۔ پھر جب بھی کوئی رسول کوئی ایسی چیز لایا جو تمہاری خواہش کے خلاف تھی تو تم اکڑ بیٹھے۔ رسولوں کا ایک گروہ ایسا تھا جسے تم نے جھٹلا دیا اور ایک گروہ کو تم نے قتل کر ڈالا۔ (البقرہ ۲: ۸۷)

66. اس مسئلے میں مسلک کی حمایت کے حوالے سے کیارویہ اختیار کرنا چاہیے؟

غیر جانبدارانہ رویہ اختیار کرنا اور اپنے نسلی عقیدے کے خلاف حق کا ساتھ دینا ایک اور بڑی آزمائش ہے۔ اس مسئلے میں بہت سے لوگ ممکن ہے نزول کے اس لئے قائل یا مخالف ہوں کہ یہ ان کے مسلک کا مسئلہ ہو، جس کا دفاع ان کی مسلک کی بقا کا ضامن ہو۔ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ یہ رویہ حق پرستانہ مسیحی تعلیمات کے مطابق ہے یا مسیح الدجال کی پر فریب تعلیمات کی پیروی۔

67. اس مسئلے پر بحث ومباحثے میں کیا اخلاقی اصول روار کھنا چاہیے؟

ایک اور آزمائش کلام کے میدان میں ہے۔ نزول مسیح کے اس نزاعی مسئلے پر بحث کرتے وقت اگر ہماری آواز بد تہذیبی کی حدود کو چھونے لگے، الفاظ ممنوعہ حدود میں داخل ہو رہے ہوں، جملوں میں طنز و تشنیع کے نشتر چھپے ہوں، طرز تحریر میں جوتے بھگو بھگو کر مارے جارہے ہوں تو سمجھ لیں کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو چھوڑ کر دجال کے فریب کا شکار ہو چکے جس نے ہماری جھوٹی اناہی کو سب سے بڑا بنا کر دکھادیا اور مسیح کی خداپرستانہ تعلیمات سے برگشتہ کر دیا۔ پھر ہم کوئی بھی نظریہ مانتے رہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

68. اس مسئلے پر ایک دوسرے کی نیت کے حوالے سے کیارویہ اختیار کرنا چاہیے؟

ہم سب کے لئے اصل سبق یہ ہے کہ ہم اپنا نقطہ نظر پیش تو کریں لیکن دوسرے کی میتھڈ الوجی یا طریقہ کار کو بھی سمجھیں۔ اس کی نیت پر حملہ کرنے کے بجائے یہ سمجھیں کہ شاید اس سے غلطی ہوگئی ہوگی۔ اسے کافر سمجھنے اور کہنے سے پہلے ایک مرتبہ یہ سوچ لیں کہ اگر وہ کافر نہ ہوا اور اللہ نے اسے معاف کر دیا تو میرا کیا ہوگا۔ دوسروں کو معاف کر دینا عین مسیحی تعلیم ہے اور ایک دوسرے کو بلا احتیاط کافر ٹھہرانا دجالی فتنے کا اثر ہے۔ کافر قرار دینے کا اصل حق مخلوق کو نہیں بلکہ خالق کو ہے۔ چنانچہ اگر کسی کو غیر مسلم قرار دینا ہے تو اسی طرح دیا جائے جیسے قادیانیوں کو قرار دیا گیا ہے۔

چند سوالات

اگر آپ نے پوری بحث پڑھ لی ہے تو آپ سے گذارش ہے کہ ان سوالات کے جواب عنایت فرما کر فیصلہ کر لیں کہ آپ کس نظریے کو مانتے ہیں۔ لیکن اس فیصلے کا نفاذ ہمیں چاہئے کہ خود پر کریں دوسروں پر نہیں۔ دوسروں کو صرف ہم سمجھا سکتے ہیں ان سے منوانا ہمارا کام نہیں۔

فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ[2]

پس آپ نصیحت کرتے رہیے۔ آپ بس نصیحت کرنے والے ہی ہیں، آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔ (الغاشیہ ۸۸ آیات، ۲۲، ۲۳)

ان سوالات کا ہاں یا نہ میں جواب دیجیے:

۱۔ کسی بھی اہم اختلافی دینی معاملے کی تحقیق میں محض اپنے مکتبہ فکر کے علماء پر اعتماد کافی ہے یا دوسری رائے بھی جاننا چاہیے؟

۲۔ کیا نزول مسیح کا تعلق ان عقائد سے ہے جن کو مانے بغیر مسلمان کی نجات ممکن نہیں؟

۳۔ کیا نزول مسیح پر عقیدہ نہ رکھنے والا شخص کافر ہے؟

۴۔ کیا نزول مسیح پر قرآن نے براہ راست بیان کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے یا نازل نہیں ہوں گے؟

۵۔ کیا نزول مسیح کی روایات کو یکسر نظر انداز کیا جا سکتا ہے؟

۶۔ اس مسئلے پر روایات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت مہدی، دجال اور دیگر امور کو تمثیلی اور مجازی اسلوب میں نہیں لیا جانا چاہیے؟

میرے تحقیقی نتائج

اس مقالے کی تحریر سے قبل میں نے نزول مسیح کے معاملے پر رائے قائم کرنے کی کبھی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی تھی۔ میرا ارادہ یہی تھا کہ ایک ایسی غیر جانبدارانہ تحقیق پیش کی جائے جس میں تمام نکتہ ہائے نظر کی آراء مختصر دلیل کے ساتھ پیش کی جاسکے۔ میں اپنی کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوا، اس کا فیصلہ تو قاری ہی کریں گے البتہ اس مقالے کی یہ سطور مقالہ لکھنے کے اکیس دن بعد لکھ رہا ہوں۔

ان سطور سے قبل میں نے اس تحریر کو اپنے قریبی حلقے میں تبصرے کے لئے بھیجا جس میں نزول مسیح کے قائلین اور ناقدین اور مجازیین سب موجود تھے۔ ان میں کچھ علما کے درجے کے لوگ تھے اور کچھ دیگر شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگ۔ ان سب ساتھیوں نے جو تجاویز دیں ان کو اس مقالے میں شامل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ البتہ اکثر ساتھیوں کا اصرار تھا کہ میں اپنا نقطہ نظر بیان کروں۔ گو کہ میرا قطعاً ارادہ نہ تھا کہ اس سے اس تحریر کی جانبداری پر حرف آتا۔ لیکن اپنی تحقیق کے نتائج چھپانا بھی کوئی دیانت نہیں۔ اس لئے میں نے سوچا کہ مختصراً اپنی رائے دلائل کے ساتھ پیش کر دوں۔

اس سے قبل کہ میں اپنی رائے پیش کروں، میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میری یہ رائے ایک مصنف نہیں بلکہ ایک قاری کی حیثیت سے ہے۔ میری اس سے پہلے کوئی باقاعدہ رائے نزول مسیح کے حق میں یا رد میں نہیں تھی۔ جو کچھ بھی نتیجہ میں نے اخذ کیا وہ اسی تحقیق سے اخذ کیا ہے۔ چنانچہ اگر کل میری رائے کی غلطی کسی اور تحقیق کے ذریعے معلوم ہو جاتی ہے تو میری وہی رائے ہو گی جو صحیح تر دلیل پر مبنی ہو گی۔ نزول مسیح پر میری رائے بھی اسی فارمیٹ یعنی سوال و جواب کے انداز میں ہے۔

69. کیا نزول مسیح کا مسئلہ بنیادی عقیدہ ہے؟

اس بات پر سب متفق ہیں کہ نزول مسیح کا مسئلے پر قرآن میں کہیں براہ راست یہ عبارت موجود نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت سے پہلے دنیا میں بھیجا جائے گا۔ البتہ اس بات کے اشارات قرآن میں پیش کئے جاتے ہیں کہ ایسا ہو گا۔ اسی لئے علما اس مسئلے کو منصوص نہیں بلکہ مستنبط مانتے ہیں۔

جہاں تک ایمانیات کا تعلق ہے تو بنیادی عقائد قرآن میں واضح طور پر منصوص ہیں اور واشگاف الفاظ میں بیان ہوئے ہیں اور قرآن ان کے ماننے کی براہ راست تعلیم دیتا اور نہ ماننے پر نکیر کرتا ہے۔

درج ذیل آیت ملاحظہ فرمائیں جس میں اللہ پر ایمان، رسول پر ایمان، کتابوں اور فرشتوں پر ایمان اور آخرت کو کس قطعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اس پر نزول مسیح جیسی اختلافی بحث کی طرح دو لائینیں بھی نہیں لکھی جا سکتیں۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۚ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ [285]

رسول پر جو کچھ اس کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا، اس پر وہ خود بھی ایمان لایا اور سب مومن بھی ایمان لائے۔ یہ سب اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم اللہ کے رسولوں میں سے کسی میں بھی تفریق نہیں کرتے۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ "ہم نے اللہ کے احکام سنے اور ان کی اطاعت قبول کی۔ اے ہمارے پروردگار! ہم تیری مغفرت چاہتے ہیں اور ہمیں تیری طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔" (البقرہ ۲:۲۸۵)

ایک اور آیت میں آخرت کا ذکر ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ

نیز وہ آپ کی طرف نازل شدہ (وحی) پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے (نبیوں پر) اتاری گئی تھی، اور وہ آخرت (کے دن) پر یقین رکھتے ہیں۔ (البقرہ ۲:۴)

توحید، رسالت، آخرت، فرشتے، کتابیں ایمان کے وہ بنیادی اجزا ہیں جن میں سے ایک بھی چیز پر ایمان کا نہ ہونا دین کی بنیادی عمارت کو گرا دیتا ہے۔ ان بنیادی عقائد پر قرآن نے جابجا دلائل دِیے، وضاحت کی، بات دہرائی، سمجھائی، مخاطب کے اعتراضات کا جواب دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مخاطب کسی طور یہ اعتراض نہ کرے کہ بات سمجھ نہیں آئی۔ اور بات سمجھائے بغیر اس پر نکیر کرنا خدا کی سنت نہیں۔ اللہ تو بعض اوقات نو سو سال تک حضرت نوح علیہ السلام کے ذریعے لوگوں کو سمجھاتا اور اس کے بعد عذاب نازل کرتا ہے۔

ان عقائد کو واضح الفاظ میں بیان کرنے کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ آئندہ آنے والے زمانوں میں کوئی شخص کسی اور ذریعہ سے کوئی باطل عقیدہ نہ شامل کر دے۔

بنیادی عقائد کے بارے میں واشگاف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ ایک ہے، آخرت نے آنا ہے، رسولوں کو ماننا لازمی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں، فرشتوں کو ماننا لازمی ہے، دیگر کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ دوسری جانب نزول مسیح کا معاملہ ایسا معلوم نہیں ہوتا۔ اس مسئلے کو قرآن میں بنیادی عقیدوں کی فہرست میں نہ ہی شامل کیا گیا بلکہ شمولیت تو کجا براہ راست یہ بھی نہیں لکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔ اس کے برعکس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر ایک واضح آیت نازل کر دی جس کی دوسری تعبیر لینا بہت مشکل معلوم ہوتا ہے۔ ظاہر ہے اس بات سے اللہ کا منشا صاف معلوم ہوتا ہے کہ نزول مسیح کوئی عقیدے یا ایمانیات کا موضوع نہیں۔

دوسری جانب روایات کو لیا جائے تو نزول مسیح کی جتنی بھی روایات ہیں ان کی سند پر کوئی کلام ممکن نہیں۔ لیکن کسی روایت میں یہ نہیں لکھا کہ قیامت کے قریب جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اس وقت کے لوگوں کو ان پر ایمان لانا ضروری ہو گا۔ نہ صرف ضروری ہو گا بلکہ اس کا انکار کرنے والا کافر ہو گا۔ ظاہر ہے جب اس دور کے لوگوں کے بارے میں نہیں لکھا تو باقی ادوار کے لوگوں کو نزول مسیح کے مسئلے پر ایمان لانے کا مکلف بنانا اور نہ ماننے پر تکفیر کرنا کوئی مناسب عمل نہیں۔

اسی طرح احادیث میں یہ بھی نہیں لکھا کہ نزول مسیح پر ایمان لانا اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے اور نہ ماننے پر پکڑ ہو گی۔ روایات میں جو بات زیادہ سے زیادہ بیان ہوئی ہے وہ ایک پیشن گوئی اور ایک خبر ہے کہ قیامت سے پہلے ایسا ہو گا۔ یہ کہیں نہیں ہے کہ اس پر آج ایمان لانا ضروری ہے۔ ہاں اگر یہ خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درست طور پر منسوب ہے تو اس بات کی صداقت پر ایمان لانا ضروری ہے جیسے باقی قیامت کی پیشن گوئیوں پر ایمان لایا جاتا ہے۔

چنانچہ میرے نزدیک قرآن اور حدیث دونوں میں اس مسئلے کو ایمانیات میں شامل ہی نہیں کیا گیا۔ اس لئے یہ بنیادی عقائد یا ایمانیات نہیں بلکہ قیامت کی پیشن گوئیوں میں سے ایک پیشن گوئی ہے جس کی ابتدا قرآن سے نہیں بلکہ احادیث سے ہوتی ہے۔

70. آپ قائلین، ناقدین اور مجازیین میں سے کس کے حق میں ہیں؟

میری ناقص رائے میں یہ مسئلہ اتنا ہی مشتبہ بنا دیا گیا جتنا حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات کو عیسائیوں کے لئے مشتبہ بنادیا گیا ہے۔ چنانچہ سو فی صد تو کسی گروہ کو درست نہیں قرار دیا جاسکتا اور نہ میں سو فی صد ان میں سے کسی ایک کے دلائل سے متفق ہوں۔ البتہ میرا رحجان مجازیین کی جانب ہے جس میں قائلین اور ناقدین دونوں کی نکتہ ہائے نظر ہی توجیہہ کسی نہ کسی حوالے ہو جاتی ہے۔

اس مسئلے کی ابتدا جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ قرآن سے نہیں بلکہ حدیث سے ہوتی ہے۔ احادیث کی توجیہہ کرنے کے لئے قرآن کی جانب رجوع کیا جاتا ہے۔ لیکن قرآن براہ راست اس مسئلے پر کوئی بات نہیں کرتا البتہ کچھ اشارات نکالے جاتے ہیں جن کی کوئی بھی دوسری توجیہہ ممکن ہے۔ اس قسم کے اشارات تو ناقدین بھی نکالتے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول نہیں ہو گا۔

مجازیین کی رائے ماننے سے یہ دونوں مسئلے حل ہوتے نظر آتے ہیں۔ سب سے پہلے ناقدین کی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ قرآن میں نزول مسیح کا براہ راست ذکر نہیں حالانکہ یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ دوسری جانب قائلین کی پیش کردہ کثیر التعداد احادیث کی بھی توجیہہ ہو جاتی ہے۔ تمام احادیث ایک مجازی اسلوب پیش کرتی ہیں جس کے دلائل اوپر موجود ہیں۔

میری ناقص رائے میں اگر صلیب توڑنا، خنزیر قتل کرنا، جزیہ موقوف کرنا، رومیوں کا خروج، تیر و تلوار سے لڑائی، دجال کا خروج، دجال کی جنت کا جہنم اور جہنم کا جنت ہونا، دجال کے ماتھے پر "کفر" کا لفظ لکھا ہونا تمثیلی اور مجازی ہوسکتے ہیں تو عین ممکن ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی مجازی ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوئی شخص نہیں بلکہ دجال مسیح کی طرح ایک فکر کا نام ہوں جو عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو صحیح خطوط پر واضح کرے اور

یہود و نصاری پر علمی انداز میں حجت تمام ہو۔ اس صورت میں کسی دوسرے غلام احمد قادیانی کا راستہ بالکل بند ہو جاتا ہے۔

اس تعبیر پر جو اعتراضات وارد ہوتے ہیں وہ اپنی جگہ موجود ہیں۔ ان کا حل اسی وقت ممکن ہے جب نزول مسیح کی روایات کو موطا کی روایت کے تحت ہی لیا جائے کیونکہ خواب کی تعبیر اس کی اصل صورت سے مختلف ہوتی ہے۔ اگر نزول مسیح کی روایات کو حقیقی پیرائے میں لیا جائے تو مسیح کا غیر شخصی ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

میری ناقص رائے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام، مہدی علیہ السلام، دجال وغیرہ قیامت کی نشانیوں کا بیان ہیں۔ جس طرح قیامت کی دوسری نشانیاں تمثیلی ہیں، یہ بھی تمثیلی اور مجازی ہیں۔ اگر کسی خبر یا پیشن گوئی کی نسبت اللہ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جاتی ہے تو اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ہمیں قیامت کی نشانیوں کا ایک اجمالی علم ہے اس کی تفصیل نہیں پتا۔ لہٰذا ہم اس پر اجمالی طور پر ایمان لانے ہی کے مکلف ہیں اس کی تفصیل یا صحیح تعبیر جاننے کے مکلف نہیں۔

ایک گذارش

میں آپ سب اہل علم سے یہ گذارش کروں گا اس مقالے کی بہتری میں اپنا حصہ ضرور ڈالیں۔ اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ پہلی صورت یہ کہ اسے پڑھنے کے بعد اپنی مثبت یا منفی دونوں خیالات کا اظہار ضرور کیجے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کسی بھی غلطی کی صورت میں اس کی نشاندہی کیجے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ اگر آپ کے خیال میں کوئی دلیل کسی بھی پہلو سے نقل ہونے سے رہ گئی ہے تو اسے دلیل اور حوالے کے ساتھ ضرور بیان کیجے۔ آپ اپنی آراء مجھے اس ای میل ایڈریس پر ارسال کر سکتے ہیں۔

aqilkhans@gmail.com

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں جسے اللہ ہدایت دے دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں (صحیح مسلم و صحیح بخاری)

پروفیسر محمد عقیل

http://aqilkhan.org

۳ محرم الحرام ۱۴۳۷ ہجری

17 اکتوبر 2015 عیسوی